465

جلد ۲ اپریل ۱۹۶۱ء شمارہ ۴

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ: پانچ روپے قیمت فی پرچہ: آٹھ آنے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آلِ عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

اپریل سنہ ۱۹۶۱

ایڈیٹر

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ: پانچ روپے — فی پرچہ: ۵۰ پیسے

فہرست مضامین

طابع وناشر:۔ محمد ابراہیم۔ مطبوعہ:۔ ضیاءالاسلام پریس ربوہ۔ مقامِ اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ انصاراللہ دارالصدر جنوبی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۲ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۴

۱۵ اپریل سنہ ۱۹۶۱ء

ہمارے تین بنیادی اصول

ہر جماعت جو دنیا میں معرضِ وجود میں آتی ہے اُس کے بعض اغراض و مقاصد ہوتے ہیں جن کی باحسن وجوہ تکمیل کے لئے وہ ایک لائحۂ عمل تجویز کرتی ہے۔ ہر چند کہ اس لائحۂ عمل کو اغراض و مقاصد کی تکمیل کے پیش نظر ہی مرتب کیا جاتا ہے تاہم یہ ضروری ہوتا ہے کہ اُس لائحۂ عمل کے پیچھے بعض معین اصول کارفرما ہوں جو اس کے حق میں بنیاد کا کام دیں اور جماعت کو اُن اغراض و مقاصد سے سرِ مو انحراف اختیار نہ کرنے دیں۔ سو اغراض و مقاصد کی باحسن وجوہ تکمیل ایک لائحۂ عمل کا تقاضہ کرتی ہے اور لائحۂ عمل اُس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی بنیاد بعض غیر مبدّل، محکم اور اٹل اصول و قوانین پر نہ ہو۔ اغراض و مقاصد، بنیادی اصول اور لائحۂ عمل یہ تینوں باہم اس طور پر مربوط و متصل ہوتے ہیں جس طرح ایک ہی مضبوط زنجیر کی مختلف کڑیاں علیحدہ علیحدہ وجود رکھنے کے باوجود ایک ہی رشتۂ اتصال و اتحاد میں پروئی ہوئی نظر آتی ہیں اور انہیں ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ رشتہ جتنا مضبوط اور باہم مربوط ہوتا ہے اسی قدر وہ جماعت اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب اور اپنے وجود کی علّتِ غائی کو پورا کرنے میں بامراد رہتی ہے۔

جماعتِ احمدیہ ایک خدائی جماعت ہے۔ اسے اللہ تعالےٰ نے اس آخری زمانہ میں اپنے ایک مامور کے ذریعے اس لئے قائم فرمایا ہے کہ تا یہ جماعت اسلام پر کماحقّہٗ عمل کرتے ہوئے تبلیغ و اشاعت کا ایک ایسا نمونہ قائم کرے کہ اسلام کسی ایک ملک یا علاقے میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں اس طور سے غالب آجائے کہ پھر اس کا یہ غلبہ کبھی ختم نہ ہو اور ہمیشہ ہمیش جاری رہے۔ پس تبلیغ و اشاعت کے ذریعہ دنیا بھر میں اسلام کا غلبہ وہ غرض یا منتہائے مقصود ہے جو جماعتِ احمدیہ کے قیام کی علّتِ غائی ہے۔

اس مقصد کو رُوبراہ لانے اور اس میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کرنے کے لئے خدائی منشاء کے مطابق خود حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خلفاء نے جو لائحۂ عمل تجویز کیا ہے وہ اپنے اندر بہت وسعت رکھتا ہے اُس میں اسلام کے جملہ احکام پر کما حقہٗ عمل اور تبلیغ و اشاعتِ اسلام کی جدوجہد شامل ہے۔ یہ جدوجہد تمام تر نظامِ وصیت، تحریکِ جدید، وقفِ جدید، مجالسِ انصار اللہ، خدام الاحمدیہ، اطفال الاحمدیہ، نیز لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ کی تنظیموں اور اُن کی وسیع تعلیمی، تربیتی، اصلاحی اور رفاہی سرگرمیوں پر مشتمل ہے لیکن یہ لائحۂ عمل اپنی جگہ بعض بنیادی اصول و قوانین پر مبنی ہے اور وہ بنیادی اصول وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائے ہیں یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی صحیح رُوح اور جذبہ کے ماتحت کما حقہٗ ادائیگی اور اولی الامر کی اطاعت۔ چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اِن بنیادی اصولوں کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ہماری تمام نصیحتوں کا خلاصہ تین امر ہیں۔ اوّل یہ کہ خدا تعالیٰ کے حقوق کو یاد کرکے اُس کی اطاعت اور عبادات میں مشغول رہنا، اُس کی عظمت کو دل میں بٹھانا اور اس سے سب سے زیادہ محبت رکھنا، اور اُس سے ڈر کر نفسانی جذبات کو چھوڑنا، اور اُس کو واحد لاشریک جاننا، اور اُس کے لئے پاک زندگی رکھنا، اور کسی انسان یا دوسری مخلوق کو اُس کا مرتبہ نہ دینا اور درحقیقت اُس کو تمام رُوحوں اور جسموں کا پیدا کرنے والا اور مالک یقین کرنا۔ دوم یہ کہ تمام بنی نوع کے ساتھ ہمدردی سے پیش آنا اور حتی المقدور ہر ایک سے بھلائی کرنا اور کم سے کم یہ کہ بھلائی کا ارادہ رکھنا۔ سوم یہ کہ جس گورنمنٹ کے زیرِ سایہ خدا نے ہم کو کر دیا ہے ..... جو ہماری آبرو اور جان اور مال کی محافظ ہے اس کی سچی خیرخواہی کرنا اور ایسے مخالفِ امن امور سے دُور رہنا جو اُس کو تشویش میں ڈالیں ___ یہ اصولِ ثلاثہ ہیں جن کی محافظت ہماری جماعت کو کرنی چاہیئے اور جن میں اعلیٰ سے اعلیٰ نمونے دکھانے چاہئیں۔" (تبلیغِ رسالت جلد ششم صفحہ ۱۶۸)

(ا) اِن اصولِ ثلاثہ کو حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بیش بہا تصانیف میں بڑی کثرت کے ساتھ نئے سے نئے رنگ اور اسلوب میں واضح فرمایا ہے اور اِن کے مختلف پہلوؤں اور اِن کی پُرحکمت تفصیلات پر روشنی ڈال کر اِن کی بنیادی اہمیّت کو بالکل نئے اور اچھوتے انداز میں اجاگر کیا ہے۔ بالخصوص آپ نے خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کی بے ہمتا صفات، اُس کی معرفت اور اُس سے محبت اور تعلق پر جتنا زور دیا ہے اور اِس تعلق کی کیفیات اور تاثیرات کو جس بے مثال طریق پر ذہن نشین کرایا ہے اتنا زور آپ نے کسی اور مسئلہ پر نہیں دیا۔ بندگانِ خدا کو توحیدِ باری تعالیٰ پر قائم کرنے اور اسکے ساتھ حقیقی تعلق استوار کرانے سے متعلق آپ میں بے پناہ جوش اور تڑپ پائی جاتی تھی۔

آپ فرماتے ہیں اور کس درد اور سوز کے ساتھ فرماتے ہیں :-

(ا) "ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے، ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اسکو دیکھا ہے اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی ہے۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمے کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں، کس دف سے بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سُن لیں، اور کس دوا سے علاج کروں تا سُننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔" (کشتی نوح)

(ب) "خدا ہے۔ اور اُس کی ذات پر ایمان لانا اور درحقیقت اُسی کا ہو جانا یہی راہ ہے جس کا نام اسلام ہے۔ لیکن اس راہ پر وہی قدم مارتا ہے جس کے دل پر اُس زندہ خدا کا خوف ایک قوی اثر ڈالتا ہے۔ ماکثر لوگ بیہودہ طریقوں پر نجات کے خواہشمند رہتے ہیں لیکن اسلام وہی طریقِ نجات بتاتا ہے جو درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ازل سے مقرر ہے اور وہ یہ ہے کہ سچے اعتقاد اور پاک عملوں اور اس کی رضا میں محو ہونے سے اُس کے قرب کے مکان کو تلاش کیا جائے اور کوشش کی جائے کہ اس کا قرب اور اُس کی رضا حاصل ہو۔" (ست بچن ص۱۵)

(ج) "خدا بڑی دولت ہے اُس کے پانے کے لئے مصیبتوں کے لئے تیار ہو جاؤ۔ وہ بڑی مراد ہے اُس کے حاصل کرنے کے لئے جانوں کو فدا کرو۔ عزیزو! خدا تعالیٰ کے حکموں کو بے قدری سے نہ دیکھو۔ موجودہ فلسفہ کی زہر تم پر اثر نہ کرے، ایک بچے کی طرح بن کر اُس کے حکموں کے نیچے چلو۔ نماز پڑھو نماز پڑھو کہ وہ تمام سعادتوں کی کنجی ہے اور جب تُو نماز کے لئے کھڑا ہو تو ایسا نہ کر کہ گویا تُو ایک رسم ادا کر رہا ہے بلکہ نماز سے پہلے جیسے ظاہری وضو کرتے ہو ایسا ہی ایک باطنی وضو بھی کرو اور اپنے اعضا کو غیر اللہ کے خیال سے دھو ڈالو تب اِن دونوں وضوؤں کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور نماز میں بہت دُعا کرو اور رونا اور گڑگڑانا اپنی عادت کر لو تا تم پر رحم کیا جائے۔"

(ازالہ اوہام)

(۲) تعلق باللہ اور قربِ الٰہی کے بعد حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام نے اپنی تصانیف میں انسانی ہمدردی پر بے انتہا زور دیا ہے اور فرمایا ہے وہ مذہب، مذہب کہلانے کا مستحق نہیں جس میں انسانی ہمدردی نہیں۔ پھر آپ نے نوعِ انسان کے ساتھ ہمدردی کرنے میں کوئی تفریق روا نہ رکھنے کو بھی خاص طور پر واضح فرمایا ہے اور اِس امر کی بار بار تلقین فرمائی ہے کہ اپنی ہمدردی کے دائرے کو کسی ایک قوم یا علاقہ تک محدود نہ رکھو بلکہ ہر فردِ بشر کے ساتھ خواہ وہ کسی قوم اور کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو ہمدردی کرو اور اُس کے سچے غمخوار بنو اور پوری مستعدی اور دلسوزی کے ساتھ وہ حقوق بجا لاؤ جو بنی نوعِ انسان کے تم پر واجب ہیں۔ یہی نہیں بلکہ آپ نے نوعِ انسان کی ہمدردی پر اِس درجہ زور دیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ بلا استثناء ہر شخص کا ہر حال میں ایک دوسرے کی ہمدردی میں مشغول رہنا ضروری ہے۔ اگر کسی کے پاس مال نہ ہو کہ وہ اسے

دوسروں کی ہمدردی میں خرچ کر سکے اور نہ جسمانی لحاظ سے اتنی طاقت اور قوت رکھتا ہو کہ اپنے ہاتھ سے دوسروں کے کام سنوار سکے اور اِس طرح دُکھ اور مصیبت میں اُن کے کام آسکے تو بھی حد درجہ مؤثر اور سریع الاثر ایک ذریعہ ایسا ہے جس سے وہ دوسروں کے ساتھ ہمدردی اور نیک سلوک کا اظہار کر سکتا ہے اور وہ ہے دُعا۔ ایسے انسان کو جس کے پاس نہ مال ہے نہ طاقت چاہیئے کہ وہ دُعاؤں میں مشغول رہے کہ خدا اپنے بندوں پر فضل نازل کرے، اُن کی مشکلات دُور فرمائے، اور قدم قدم پر اُن کا معین و مددگار ہو اور اُن کے لئے اُن کے معاملات میں آسانیاں پیدا کرے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

(ا) "کیا ہی گندہ اور ناپاک وہ مذہب ہے جس میں انسان کی ہمدردی نہیں اور کیا ہی ناپاک وہ راہ ہے جو نفسانی بغض کے کانٹوں سے بھرا ہے۔ ...... خدا کے لئے سب پر رحم کرو تا آسمان سے تم پر رحم ہو۔ آؤ میں تمہیں ایک ایسی راہ سکھاتا ہوں جس سے تمہارا نُور تمام نُوروں پر غالب رہے اور وہ یہ ہے کہ تم سفلی کینوں اور حسد کو چھوڑ دو اور ہمدردِ نوعِ انسان بن جاؤ اور خدا میں کھوئے جاؤ اور اُس کے ساتھ کامل درجے کی صفائی حاصل کرو کہ یہی وہ طریق ہے جس سے کرامتیں صادر ہوتی ہیں اور دُعائیں قبول ہوتی ہیں اور فرشتے مدد کے لئے اُترتے ہیں۔"

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد)

(ب) "یاد رکھو کہ ہمدردی کا دائرہ میرے نزدیک بہت ہی وسیع ہے۔ مَیں اُن لوگوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا اور نہ اُن کی ایسی تعلیم کو پسند کرتا ہوں جو ہمدردی کو صرف اپنی قوم تک محدود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنی قوم سے ہی ہمدردی کرنی چاہیئے۔ مَیں تو تاکید کرتا ہوں کہ اپنی قوم اور غیر قوم سے برابر ہمدردی کرنی چاہیئے اور کسی قوم اور کسی فرد کو الگ نہیں رکھنا چاہیئے۔ مَیں آجکل کے بعض جاہلوں کی طرح یہ کہنا نہیں چاہتا کہ تم اپنی ہمدردی کو صرف مسلمانوں سے ہی مخصوص کرو، نہیں نہیں مَیں کہتا ہوں کہ تم خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق کی ہمدردی کرو خواہ وہ کوئی ہو، مسلمان ہو، ہندو ہو، عیسائی ہو یا کوئی اور۔ مَیں کبھی ایسے لوگوں کی باتیں پسند نہیں کرتا جو ہمدردی کو صرف اپنی قوم تک محدود کرنا چاہتے ہیں۔ ...... مَیں تمہیں بار بار یہی نصیحت کرتا ہوں کہ تم ہرگز ہرگز اپنی ہمدردی کے دائرے کو محدود نہ کرو۔"

(تقریر جلسہ سالانہ۔ ۲۹ردسمبر ۱۹۰۴ء)

(ج) "یاد رکھو ہمدردی تین قسم کی ہے۔ اوّل جسمانی، دوم مالی اور تیسری قسم ہمدردی کی دعا ہے جس میں نہ زر ہوتا ہے اور نہ زور لگانا پڑتا ہے۔ اور اِس کا فیض بہت ہی وسیع ہے کیونکہ جسمانی ہمدردی تو اِس صورت میں ہی انسان کر سکتا ہے جبکہ اُس میں طاقت بھی ہو۔ مثلاً ایک ناتواں مجروح مسکین اگر کہیں پڑا تڑپتا ہو تو کوئی شخص جس میں خود طاقت و توانائی نہیں کب اُس کو اُٹھا کر مدد دے سکتا ہے۔ اسی طرح پر اگر کوئی بے کس بے بس بے سرو سامان انسان بھوک سے پریشان ہو تو جب تک مال نہ ہو اُس کی ہمدردی کیونکر ہوگی۔ مگر دُعا کے ساتھ ہمدردی ایک ایسی ہمدردی ہے کہ نہ اِس کے واسطے کسی مال کی ضرورت ہے اور نہ کسی طاقت کی حاجت بلکہ جب تک انسان، انسان ہے وہ

دوسرے کے لئے دُعا کر سکتا ہے اور اُس کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ اِس ہمدردی کا فیض بہت وسیع ہے اور اگر اِس ہمدردی سے بھی انسان کام نہ لے تو سمجھو کہ وہ بہت ہی بڑا بدنصیب ہے ــــــ میں نے کہا ہے کہ مالی اور جسمانی ہمدردی میں انسان مجبور ہوتا ہے مگر دُعا کے ساتھ ہمدردی میں مجبور نہیں ہوتا۔ میرا تو یہ مذہب ہے کہ دُعا میں دشمنوں کو بھی باہر نہ رکھے۔ جس قدر دُعا وسیع ہو گی اُسی قدر فائدہ دُعا کرنے والے کو ہو گا اور دُعا میں جس قدر بخل کرے گا اُسی قدر اللہ تعالیٰ کے قرب سے دُور ہوتا جاوے گا۔ اور اصل تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے عطیہ کو جو بہت ہی وسیع ہے جو شخص محدود کرتا ہے اُس کا ایمان بھی کمزور ہے۔" (الحکم جلد ۴ نمبر ۲۵)

(۳) حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے بعد تیسری چیز جس پر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت زور دیا ہے اور اُسے شدومد کے ساتھ پیش فرمایا ہے وہ ہے اولی الامر یعنی حکومت وقت کی اطاعت۔ آپ نے اِسے اسلام کی پُرحکمت تعلیم کے عین مطابق ایک ایسے محکم، اٹل اور غیر مبدّل قانون کی شکل دی ہے کہ جس میں قطعاً تخلف کی گنجائش نہیں۔ وہ قانون یہی ہے کہ انسان جس حکومت کے تحت زندگی بسر کر رہا ہو اُس کی اطاعت کو لازم پکڑے اور ایسے امور کے قریب بھی نہ پھٹکے جو اُن کے خلاف ہوں۔ آپ نے واضح فرمایا ہے کہ حکومتِ وقت کی اطاعت عبادت کا حکم رکھتی ہے۔ قانون کی رُو سے قائم شدہ ہر حکومت اُس حکومت کی رعایا کے لئے اولی الامر ہے اور ہر انسان پر جو اُس حکومت کے زیرِ سایہ آباد ہے اُس کی اطاعت فرض ہے۔ چنانچہ اِن سب امور کی وضاحت کرتے ہوئے آپ اپنی کتاب "شہادت القرآن" میں فرماتے ہیں:۔

(ا) "اسلام کا ہرگز یہ اصول نہیں ہے کہ مسلمانوں کی قوم جس سلطنت کے ماتحت رہ کر احسان اُٹھاوے اُس کے ظلّ حمایت میں با امن و آسائش رہ کر اپنا رزقِ مقسوم کھاوے، اُس کے انعاماتِ متواترہ سے پرورش پاوے، پھر اُسی پر عقرب کی طرح نیش چلاوے اور اس کے سلوک اور مروّت کا ایک ذرّہ شکر نہ بجالاوے بلکہ ہمارے خداوندِ کریم نے اپنے رسول مقبولؐ کے ذریعے سے یہی تعلیم دی ہے کہ ہم نیکی کا معاوضہ بہت زیادہ نیکی کے ساتھ ادا کریں اور منعم کا شکر بجالاویں اور جب کبھی ہم کو موقع ملے تو ایسی گورنمنٹ سے بدلِ صدق کمال ہمدردی سے پیش آویں اور بطیبِ خاطر معروف اور واضح طور پر اطاعت اُٹھاویں۔" (حاشیہ صفحہ ۹۴)

(ب) "خدا تعالیٰ نے ہم پر محسن گورنمنٹ کا شکر ایسا ہی فرض کیا ہے جیسا کہ اس کا شکر کرنا۔ سو اگر ہم گورنمنٹ کا شکر ادا نہ کریں یا کوئی شر اپنے ارادہ میں رکھیں تو ہم نے خدا تعالیٰ کا شکر بھی ادا نہیں کیا کیونکہ خدا تعالیٰ کا شکر اور کسی محسن گورنمنٹ کا شکر جس کو خدا تعالیٰ اپنے محسن بندوں کو بطور نعمت کے عطا کرے در اصل یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں اور ایک دوسری سے وابستہ ہیں اور ایک کو چھوڑنے سے دوسری کو چھوڑنا لازم آجاتا ہے۔" (صفحہ ۵)

(ج) "جس بادشاہ کے زیرِ سایہ ہم با امن زندگی بسر کریں اس کے حقوق کو نگاہ رکھنا فی الواقعہ خدا کے حقوق ادا کرنا ہے۔ اور جب ہم ایسے بادشاہ کی دلی صدق سے اطاعت کرتے ہیں تو گویا اُس وقت عبادت کر رہے ہیں۔ کیا اسلام کی یہ تعلیم ہو سکتی ہے کہ ہم اپنے محسن سے بدی کریں اور جو ہمیں ٹھنڈے سایہ میں جگہ دے اُس پر آگ برسائیں اور جو ہمیں روٹی دے اُسے پتھر ماریں۔ ایسے انسان سے اور کون زیادہ بدذات ہوگا جو احسان کرنے والے کے ساتھ بدی کا خیال بھی دل میں لاوے۔" (صفحہ ۴۲۷)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات اور ملفوظات میں سے اختصار کے پیشِ نظر جو چند اقتباسات بطور نمونہ ہم نے یہاں درج کئے ہیں اُن سے ظاہر ہے کہ (۱) خدائے واحد لاشریک کی اطاعت و عبادت میں بدل و جان محو رہنا، اُس سے سب سے زیادہ محبت رکھنا اور اُس سے تعلق قائم کر کے اُس کے قرب کو تلاش کرنا، (۲) بلا استثناء تمام بنی نوعِ انسان کی ہمدردی کو لازم پکڑنا اور ہر صورت اور ہر حال میں بدرجۂ غایت اس کے لئے کوشاں رہنا اور (۳) حکومتِ وقت جس کے تحت خدا نے ہم کو کر دیا ہے اُس کی اطاعت اور فرمانبرداری کو اپنا شعار بنانا اور خلافِ امن امور سے کلی اجتناب کرتے ہوئے وفاداری اور خیر خواہی کا اعلیٰ نمونہ دکھانا، وہ اصولِ ثلاثہ ہیں جو اعمال و کردار کے لحاظ سے جماعتِ احمدیہ اور اس کے افراد کے حق میں بنیادی اصول و قوانین کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان اصولِ ثلاثہ کی کماحقہٗ پابندی اور ان کی خاطر خواہ بجا آوری ہمارا طرۂ امتیاز ہے اور ان سے سرِ مُو انحراف کسی حال میں بھی ہمارے لئے ممکن نہیں۔ یہی وہ محور ہے جس کے گرد تبلیغِ اسلام کے ضمن میں ہماری تمام تر جد و جہد چکر لگاتی ہے اور ہم اپنی تعلیمی، تربیتی، اصلاحی، اور رفاہی سرگرمیوں کے مقررہ مدار سے بال برابر بھی اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتے۔

بلاشبہ تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے ذریعہ غلبۂ اسلام کے مقصد میں کامیابی انہی اصولِ ثلاثہ پر کاربند ہونے میں مضمر ہے۔ پوری دنیا کو حلقہ بگوشِ اسلام بنانا بجز تائید و توفیقِ الٰہی کے ممکن نہیں اور خدائی تائید و نصرت اُس وقت تک ہمیں حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ خدا تعالیٰ سے ہمارا تعلق استوار نہ ہو اور اُس کے قرب کی راہوں پر گامزن ہوتے ہوئے ہم اپنے آپ کو خدائی افضال کا مورد نہ بنائیں اور خدا سے تعلق اور اُس کے مقاماتِ قرب کا حصول اُس وقت تک ممکن نہیں ہو سکتا جب تک کہ حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ بنی نوعِ انسان کے ساتھ ہمدردی اور حقوق العباد کی کماحقہٗ ادائیگی کا فرض ہم ادا نہ کریں اور ایسے افعال و اشغال سے کلّی اجتناب کو اپنا شعار نہ بنائیں جو حکام کی پریشانی کا موجب ہوا کرتے ہیں۔ ویسے بھی بنی نوعِ انسان کی غایت درجہ ہمدردی کا جذبہ ہی ہمارے لئے انہیں راہ راست پر لانے اور ابدی نجات سے بہرہ ور کرنے کے سلسلہ میں مہیج کا کام دے سکتا ہے۔ اگر کسی شخص میں ہمدردی کا

جذبہ نہ ہو اور وہ حکومتِ وقت کی اطاعت سے غافل ہو کر امن کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے والا ہو تو ایسا شخص بھی مخلوقِ خدا کو ابدی نجات کی طرف دعوت نہیں دے سکتا۔ اور اگر بفرضِ محال وہ دعوت دے بھی تو اس کے خاطر خواہ نتائج نہیں نکل سکتے۔ کوئی بھی ایسے شخص کی دعوت پر کان دھرنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ اسی لئے اسلام نے تعلق باللہ، نوعِ انسان کی ہمدردی، اور اولی الامر کی اطاعت کو مسلمانوں کے لئے لازمی قرار دیا ہے اور شریعت پر عملدرآمد کے سلسلہ میں اُن کی تمام تر جدوجہد کی بنیاد اِنہی تین باتوں پر رکھی ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ایک عظیم الشان کارنامہ ہے کہ آپ نے اِن اصولِ ثلاثہ کو دوبارہ قائم کیا اور اِنہی اصولِ ثلاثہ پر ایک پاک جماعت کی بنیاد رکھ کر دُنیا میں قیامِ امن اور غلبۂ اسلام کی راہ ہموار کر دکھائی۔ آج آپ کی قائم کردہ جماعت کو دنیا بھر میں تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا فریضہ ادا کرکے اسلام کو سربلند کرنے کی جو توفیق مل رہی ہے اور اس کے نتیجے میں جو ایک عظیم الشان رُوحانی انقلاب رونما ہو رہا ہے وہ اِنہی اصولِ ثلاثہ کی پابندی اور اِن پر کماحقہٗ عمل کا مرہونِ منت ہے۔

پس ہم جو جماعتِ احمدیہ میں شامل اور دُنیا میں غلبۂ اسلام کے لئے کوشاں ہیں ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اِن اصولِ ثلاثہ پر سختی سے کاربند رہتے ہوئے اِس بارہ میں اعلیٰ سے اعلیٰ نمونہ دکھاتے چلے جائیں اِسی میں ہماری کامیابی اور بالآخر دُنیا بھر میں اسلام کی سربلندی اور اس کے کامل اور مستقل غلبہ کا راز مضمر ہے ——— اللہ تعالےٰ ہمیں تعلق باللہ، ہمدردیٔ نوعِ انسان اور اطاعتِ اولی الامر پر کاربند رہتے ہوئے اپنے اِس امتیاز کو برقرار رکھنے اور اِس کا اعلیٰ سے اعلیٰ نمونہ دکھانے کی توفیق سے نوازتا رہے تا یہ دُنیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اختیار کرکے اور آستانۂ الوہیت پر سجدہ ریز ہو کر حقیقی امن و سلامتی سے ہمکنار ہو اور ابدی نجات کی وارث ٹھہرے۔ آمین اللّٰھم آمین ؛

نوعِ انسان کی ہمدردی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"ہر ایک کو چاہیئے کہ اپنی اپنی سمجھ اور بصیرت کے موافق نوعِ انسان کی ہمدردی میں مشغول ہو کیونکہ وہ شخص انسان ہی نہیں جس میں ہمدردی کا مادہ نہ ہو۔"

(الانذار صٓ۲۳)

کلماتِ طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جوانی کا زمانہ ہی وہ زمانہ ہے جسمیں انسان آخرت کی پونجی بنا سکتا ہے

انسان اپنے لئے جنت یا دوزخ کی بنیاد اسی زمانے میں قائم کرتا ہے

بدعادتوں اور بدصحبتوں کو قطعاً ترک کر دو اور انتھک کوشش کرو کہ خاتمہ بالخیر ہو

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوتِ قدسی اور باطنی جذب وکشش کا ہی یہ کرشمہ تھا کہ جن خوش نصیب اصحاب کو آپ کی پاک صحبت سے فیضیاب ہونے کا انمول موقع میسر آیا وہ کھرا سونا بن کر کندن کی طرح چمکنے لگے۔ آپ نے اُن خارق عادت نشانات کے علاوہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے دن رات ظاہر ہو ہو کر آپ کے اصحاب کے لئے ازدیادِ ایمان و عرفان کا موجب ہوتے تھے جس غمخواری اور جاں سوزی کے ساتھ اُن کی تربیت فرمائی اور اُن میں تقویٰ اللہ، خشیتِ الٰہی، نیک چلنی، اور حُسنِ اخلاق کی تخم ریزی فرما کر جس محنت اور جانفشانی سے اس کی آبیاری کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس کا ایک واضح اور بیّن ثبوت اُن تقاریر سے بھی ملتا ہے جو آپ نے متعدد سالانہ جلسوں میں فرمائیں۔ یہ تقریریں دلوں کو مسخر کرنے والے اُس آسمانی نُور سے مملوء ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو انعامِ خاص کے طور پر ودیعت فرمایا تھا۔ ذیل میں آپ کی ایک معرکۃ الآراء تقریر کا ابتدائی حصہ ہدیۂ احباب کیا جا رہا ہے۔ اِس تقریر میں آپ نے خاتمہ بالخیر کے وسائل پر نہایت مسحور کُن انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ اِس تقریر کے باقی حصے آئندہ اشاعتوں میں پیش کئے جائیں گے تاکہ احباب روحانی نعمتوں کے اِس خوانِ یغما سے پورے طور پر متمتع ہو سکیں

(انشاء اللہ)

حضور علیہ السلام نے فرمایا:-

"میری طرف سے اپنی جماعت کو بار بار وہی نصیحت ہے جو مَیں پہلے بھی کئی دفعہ اِس جگہ اور دوسرے مقامات پر کر چکا ہوں کہ انسان کی عمر تھوڑی اور ناپائیدار ہے اس کا کچھ بھروسہ نہیں اور عظیم الشان کام درپیش ہے اس لئے کوشش کرنی چاہیئے کہ خاتمہ بالخیر ہو جاوے۔

خاتمہ بالخیر ایک ایسی بات ہے کہ جس کے حاصل کرنے کے لئے راستے میں بہت سے کانٹے ہیں۔ جب انسان دنیا میں آتا ہے تو اُس کا اوّل حصہ عمر کا تو بیہوشی میں گذر جاتا ہے کیونکہ بچّہ ہوتا ہے اور اُس کو کسی قسم کا علم ہرگز نہیں ہوتا۔ اِس کے بعد جب ہوش سنبھالتا ہے تو اُس پر دوسرا زمانہ آتا ہے اگرچہ اُس زمانہ میں بچوں جیسی بیہوشی تو نہیں ہوتی مگر جوانی کی مستی اور نفس امّارہ کے جذبات اور غلبہ کی ایک بیہوشی ضرور ہوتی ہے جو اِس ہوش کے دنوں میں بھی بیہوشی پیدا کر دیتی ہے اور کچھ ایسا خود رفتہ ہو جاتا ہے کہ گویا بیہوش ہی ہے۔ پس دو زمانے تو اِس طرح مالے جاتے ہیں پھر تیسرا زمانہ آتا ہے جو کہ پیرانہ سالی کا زمانہ ہوتا ہے۔ اس میں انسان علم کے بعد پھر لاعلم ہو جاتا ہے اور حواس اور دوسرے قویٰ میں فتور آنے لگتا ہے۔ بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ پیرانہ سالی میں قدم رکھتے ہی اُن میں آثار جنون کے شروع ہو جاتے ہیں اور حواس باختہ اور مخبوط الحواس نظر آتے ہیں اور بچپن کے سے خواص اُن میں پائے جاتے ہیں۔ ایسے بہت سے خاندان ہیں کہ اُن میں ۶۰ یا ۷۰ سال کے بعد انسان کے حواس بیکار ہو جاتے ہیں۔ غرض ایسا نہ بھی ہو تو بھی قویٰ کی کمزوری اور طاقتوں کے ضائع ہو جانے سے انسان ہوش میں ہونے کے باوجود بے ہوش ہو جاتا ہے اور ضعف اور تکاسل اپنا اثر کرنے لگتا ہے۔ انسان کی عمر کی تقسیم انہی تین زمانوں پر ہے اور تینوں ہی خطرات اور مشکلات میں ہیں۔

پس اب دیکھ لو اور خوب غور کرو کہ انسان کو خاتمہ بالخیر کے لئے کس قدر مشکلات کا سامنا ہے۔ بچپن تو ایک مجبوری کا زمانہ ہوا کہ جس میں اُسے کچھ ہوش ہی نہیں ہوتی اور سوائے لہو و لعب اور کھیل کود اور چھوٹی چھوٹی خواہشوں کے اور کوئی خواہش ہی نہیں ہوتی۔ ساری خواہشوں کا منتہا کھانا پینا ہی ہوتا ہے۔ دُنیا اور اُس کے حالات سے محض ناواقف ہوتا ہے۔ آخرت کے علوم سے بھی بکلّی ناآشنا اور لاپروا ہوتا ہے عظیم الشان امور کی تو اُسے کوئی خبر ہی نہیں ہوتی۔ وہ نہیں جانتا کہ دُنیا میں اُس کے آنے کی کیا غرض اور مقصد ہے؟ یہ زمانہ تو یوں گزر گیا۔ پھر جوانی نصیب ہوئی۔ اس میں شک نہیں کہ اِس زمانہ میں اُس کے معلومات بڑھتے ہیں اور اُس کی خواہشوں کا حلقہ وسیع ہو جاتا ہے مگر نفس امّارہ کے جذبات ایسے لگ جاتے ہیں کہ اُس کی عقل ماری جاتی ہے اور ایسے مشکلات میں پھنس جاتا ہے اور ایسے ایسے حالات پیش آتے ہیں کہ اگر ایمان بھی لاتا ہے تب بھی نفس امّارہ اور اُس کے جذبات اُسے اپنی ہی طرف کھینچتے ہیں اور اُسے ایمان اور اُس کے ثمرات سے دُور پھینک دینے کے لئے اُس پر حملہ کرتے ہیں۔ اُس کے بعد جو پیرانہ سالی کا زمانہ ہے وہ تو بجائے خود ایسا نکمّا اور ردّی ہوتا ہے جیسے کسی چیز سے عرق نکال لیا جاوے اور اُس کا پھوک (فضلہ) باقی رہ جاوے۔ اسی طرح انسانی عمر کا پھوک بڑھاپا ہے۔ انسان اُس وقت نہ دُنیا کے لائق رہتا ہے نہ دین کے۔ مخبوط الحواس اور مضمحل سا ہو کر اوقات بسر کرتا ہے۔ قویٰ میں وہ تیزی اور حرکت نہیں ہوتی جو جوانی میں ہوتی ہے اور بچپن کے زمانے سے بھی گیا گزرا ہو جاتا ہے۔ بچپن میں شوخی، حرکت اور نشو و نما ہوتی ہے مگر بڑھاپے میں یہ باتیں نہیں

ہوتیں۔ نشو ونما کی بجائے اب قویٰ میں تحلیل ہوتی ہے اور کمزوری کی وجہ سے کاہلی پیدا ہونے لگتی ہے۔ بچہ اگرچہ نماز اور اس کے ارکان اور ثمرات سے ناواقف ہوتا ہے مگر اپنے کسی عزیز کو دیکھ کر نقل کے طور پر رکوع و سجود بھی کر لیتا ہے۔ مگر پیرانہ سالی میں بسبب کسل و کاہلی کے اس کے قابل بھی نہیں رہتا۔ جہاں پڑا رہا ہیں پڑا رہتا ہے، جہاں بیٹھا وہیں بیٹھا رہتا ہے۔ حواس باطنی میں جس طرح اُس وقت فرق آجاتا ہے حواسِ ظاہری میں بھی بہت کچھ فتور پیدا ہو جاتا ہے۔ بعض اندھے ہو جاتے ہیں اور بعض بہرے، بعض چلنے پھرنے سے بھی عاری ہو جاتے ہیں اور قسم قسم کی مصیبتوں اور دُکھوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ غرض یہ زمانہ بھی بڑا ہی ردّی زمانہ ہے۔

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی زمانہ ہے جو اِن دونوں کے بیچ کا زمانہ ہے یعنی جوانی کا زمانہ، جبکہ انسان خدا کی پرستش کر سکتا ہے کیونکہ اُس وقت قویٰ میں نشو ونما ہوتا ہے۔ مگر یہی زمانہ ہے جس میں نفس امّارہ ساتھ ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ایسی آفات لگی ہوئی ہیں کہ اگر انسان نگہداشت اور پوری کوشش نہ کرے تو اسی سے جہنّم کی تیاری اور اگر پوری کوشش اور احتیاط کرے تو جنّت کی تیاری کرنے لگ جاتا ہے۔ اِس زمانہ میں نفس امّارہ اُس پر مختلف رنگوں میں حملے کرتا ہے اور اپنے زیر اثر رکھنا چاہتا ہے۔ یہی زمانہ ہے جو مؤاخذہ کا زمانہ ہے اور یہی زمانہ ہے جس میں خاتمہ بالخیر کیلئے کچھ کرنے کا موقع ملتا ہے۔ لیکن اِس زمانہ میں ایسی آفتوں میں گھرا ہوا ہوتا ہے کہ اگر بڑی سعی نہ کی جائے تو یہی زمانہ ہے جو جہنّم میں لے جائے گا کیونکہ اِس زمانہ میں جن اخلاق و عادات اور عقائد وغیرہ کا اپنے آپ کو پابند بنا لے گا پھر اُس کا اُن سے چھوٹنا محال ہو گا۔ پس چاہے تو وہ اِس زمانہ میں اپنے لئے جنّت کی بنیاد قائم کرے اور چاہے دوزخ کی۔ اگر اُس نے یہ زمانہ خدا تعالیٰ کی بندگی اور اُس کی اطاعت اور اپنے نفس کے تزکیہ میں گزارا ہو گا تو اِس کا اُس کو یہ پھل ملے گا کہ پیرانہ سالی میں جبکہ وہ کسی قسم کی عبادت وغیرہ کرنے کے قابل نہ رہے گا اور کسل اور کاہلی اُسے لاحق ہو جاوے گی تو ملائک اُس کے نامۂ اعمال میں وہی نماز روزہ تہجد وغیرہ عبادات لکھتے رہیں گے جو کہ وہ جوانی کے ایام میں بجا لاتا تھا اور یہ خدا کا فضل ہوتا ہے کہ باوجودیکہ وہ عمل بجا نہیں لاتا پھر وہی اعمال اُس کے نامۂ اعمال میں درج ہوتے رہتے ہیں۔

بوڑھوں کا دُنیا میں موجود ہونا جوانوں کے لئے عبرت کا مقام ہے مگر انسان کے دل پر اِس قسم کا حجاب پڑا ہوا ہے کہ وہ باوجود دیکھنے کے نہیں دیکھتا اور باوجود سُننے کے نہیں سُنتا ورنہ اِسی قسم کے نظاروں کو دیکھ کر وہ اپنے جوانی کے ایام میں خدا تعالیٰ سے اپنے تعلقات مضبوط کر لے۔ پس سوچنا چاہیئے یہ تین زمانے بچپن، جوانی، پیرانہ سالی کے انسان پر کیسے مشکل ہیں اور اِن میں کس قدر مشکلات اُس کے لئے ہوتے ہیں۔ دو زمانے یعنی بچپن اور بڑھاپا تو خود ہی نکمّے اور ردّی ہیں۔ اِن میں انسان کچھ نہیں کر سکتا۔ ہاں درمیان کا زمانہ جوانی کا کچھ ہے جس میں انسان آخرت کی کچھ بھی بنا سکتا تھا اسی واسطے اگر یہ زمانہ جوانی کا بڑی احتیاط اور ہوشیاری سے بسر کیا جاوے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم

سے امید ہے کہ خاتمہ بالخیر ہو جاوے کیونکہ ابتدائی زمانہ تو بے خبری اور غفلت کا زمانہ ہے اللہ تعالیٰ اس کا مواخذہ نہ کرے گا لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔ ہر شخص بوڑھے انسان کو دیکھ کر سمجھ سکتا ہے کہ وہ کیسا از خود رفتگی کا زمانہ ہے اس لئے اُن لوگوں پر خدا تعالیٰ کا بڑا فضل ہوتا ہے جو جوانی میں اس زمانے (بڑھاپے) کے لئے سعی کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس زمانۂ پیری میں اُن کے لئے وہی تقویٰ اور خدا کی بندگی لکھی جاتی ہے۔ غرض آخر وہی ایک زمانہ جو جوانی کے جذبات اور نفسِ امارہ کی شوخیوں کا زمانہ ہے کچھ کام کرنے کا زمانہ رہ جاتا ہے۔ اس لئے اب سوچنا چاہیئے کہ وہ کیا طریق ہے جس کو اختیار کر کے انسان کچھ آخرت کے لئے کما سکے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ زمانہ جو جوانی کا زمانہ ہے ایک ایسا کار آمد زمانہ ہے کہ اس میں انسان آخرت کی پونجی بنا سکتا ہے مگر نفسِ امارہ نے اس کو ردّی کیا ہوا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی زبانی قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے اسی نفس کا تذکرہ فرمایا ہے وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ یعنی مَیں تو اپنے نفس کو بَری نہیں ٹھہرا سکتا کیونکہ نفسِ امارہ ہمیشہ بدی کی طرف ہی تحریک کرتا ہے اُس کی اس قسم کی تحریکوں سے وہی پاک ہو سکتا ہے جس پر میرا رب رحم کرے اور میرا رب تو غفور رحیم ہے۔ اُس نے مجھ پر رحم کر کے اس نفس کے جذبات اور حملوں سے میری حفاظت کی ہے۔ ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ اس زمانے (جوانی) کی بدیوں اور جذبات سے محفوظ رہنے کے لئے صرف انسان کی اپنی ہی کوشش کافی نہیں ہے بلکہ خدا تعالےٰ کے رحم و حفاظت اور فضل کی بھی ضرورت ہے جس کے حاصل کرنے کا ذریعہ صرف دُعا ہے۔ تیرا زہدِ ظاہری (جو انسان اپنی سعی اور کوشش سے کرتا ہے) کارآمد نہیں ہو سکتا جب تک خدا تعالیٰ کا رحم، حفاظت اور فضل ساتھ نہ ہو۔ اور اصل تو یہ ہے کہ اصل زہد اور تقویٰ تو وہی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ جیسے ہر ایک چیز کا ایک ظاہر ہوتا ہے ایسے ہی زہد اور تقویٰ کا بھی ایک ظاہر ہوتا ہے۔ اکثر لوگ بظاہر متقی اور زاہد ہوتے ہیں لیکن جب تک خدا کا فضل اور رحم شامل نہ ہو تب تک وہ زہد اس کے کام نہیں آسکتا۔ حقیقی پاکیزگی اور حقیقی زہد و تقویٰ اللہ تعالےٰ کے فضل و رحم سے ملتا ہے ورنہ کیا یہ سچ نہیں کہ بہت سے جامے بالکل سفید ہوتے ہیں اور باوجود سفید ہونے کے وہ پلید بھی ہوتے ہیں، سو اس ظاہری تقویٰ اور طہارت کی ایسی ہی مثال ہے۔ بہرحال حقیقی پاکیزگی اور حقیقی تقویٰ اور طہارت کے حصول کے لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس زمانہ شباب و جوانی میں انسان کوشش کرے جبکہ قویٰ میں قوت اور طاقت اور دل میں ایک امنگ اور جوش ہوتا ہے۔ اس زمانے کے مفاسد پر غور کر کے بچنے کی کوشش کرنا عقلمندوں کا کام ہے اور عقل اسی لئے اللہ تعالیٰ نے دی ہے کہ وہ اس طوفانِ عظیم سے جو کہ لوگوں کی روحانیت کو تباہ کر رہا ہے اپنے آپ کو بچاوے۔

سو اس کے لئے اوّل تدبیر تو یہی ہے (جیسا کہ مَیں پہلے کئی مرتبہ بیان کر چکا ہوں) کہ انسان دیدہ و دانستہ اپنے آپ کو گناہ کے گڑھے میں نہ ڈالے ورنہ وہ ضرور ہلاک ہوگا کیونکہ جو شخص دیدہ و دانستہ زہر کھاتا ہے یا کنوئیں میں گرتا ہے وہ

نہ دُنیا کے نزدیک قابلِ رحم ٹھہر سکتا ہے نہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔ اس لئے یہ ضروری اور بہت ضروری ہے (خصوصاً ہماری جماعت کے لئے جس کو اللہ تعالیٰ نے نمونے کے طور پر انتخاب کیا ہے کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ آنے والی نسلوں کے لئے یہ جماعت ایک نمونہ ٹھہرے) کہ جہاں تک ممکن ہو بد صحبتوں اور بد رفیقوں اور دوستوں سے پرہیز کرے جو اُس کی روحانیت پر بُرا اثر ڈالتے ہیں اور اپنے آپ کو نیکی کی طرف لگائے اور اپنے ہر ایک فعل اور حرکت و سکون میں نگاہ رکھے کہ وہ اس کے ذریعے سے دوسروں کے لئے ایک ہدایت کا نمونہ قائم کرتا ہے یا کہ نہیں۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے واسطے جہاں تک تدبیر کا حق ہے تدبیر کرنی چاہیئے اور کوئی دقیقہ تدبیر کا فروگذاشت نہیں کرنا چاہیئے کہ جس سے بُری صحبت اور بد مجلس اور خراب عادت سے اپنے آپ کو بچا وے۔ یاد رکھو تقویٰ اور نیکی کے حصول کے لئے تدابیر میں لگا رہنا بھی ایک مخفی عبادت ہے، اِس کو حقیر مت سمجھو۔ جب انسان اِس کوشش میں لگا رہتا ہے تو سنت اللہ یہی ہے کہ اُس کیلئے کوئی نہ کوئی راہ کھول دی جاتی ہے جو بدیوں سے بچنے کی راہ ہے لیکن جو شخص بدیوں سے بچنے کی اور نیکی کو عمل میں لانے کی تدبیر نہیں کرتا سمجھو کہ وہ بدیوں پر راضی ہو گیا۔ ایسے آدمی سے اللہ تعالےٰ الگ ہو جاتا ہے، پھر بدی کا چھوڑنا بھی اُس کے لئے ناممکن ہو جاتا ہے۔

مَیں سچ کہتا ہوں کہ جب انسان نفسِ امّارہ کے پنجے میں گرفتار ہونے کے باوجود بھی تدبیروں میں لگا رہتا ہے تو اُس کا نفسِ امّارہ خدا تعالےٰ کے فضل و رحم سے امّارگی سے نکل کر لوّامہ ہو جاتا ہے اور ایسی قابلِ قدر تبدیلی پا لیتا ہے کہ یا تو وہ امّارہ تھا جو لعنت کے قابل تھا یا اُس کو اب یہ شرف حاصل ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ بھی اِس کی قسم کھاتا ہے۔ یہ کوئی تھوڑا شرف نہیں ہے کیونکہ یا تو پہلے امّارہ تھا کہ بدیوں کی طرف کھینچتا تھا اور سوائے بدی کے اُسے کچھ اور سوجھتا ہی نہ تھا یا وہی نفس اب بدیوں پر ملامت کرنے لگ گیا، گویا اب اُس کی جنگ شروع ہو گئی، کبھی غالب ہوتا ہے کبھی مغلوب، ایک فعلِ بد کا ارتکاب کرتا ہے تو پھر اُس پر پچھتاتا ہے اور سوچتا ہے اُس کی تلافی کیونکر ہو۔ اور چونکہ فعلِ بد پر وہ ملامت کرتا ہے اس لئے اُس کا نام لوّامہ ہو جاتا ہے۔ خدا تعالےٰ نے بھی اسی لئے اس کی قسم قرآن مجید میں کھائی ہے۔ کیونکہ یہ اپنی حالت سے خدا تعالےٰ کی طرف ایک رجوع ظاہر کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ قربِ الٰہی اُسے حاصل ہو۔ غرض حقیقی تقویٰ اور طہارت حاصل کرنے کے واسطے اوّل یہ ضروری شرط ہے کہ جہاں تک بس چل سکے تدابیر بدیوں سے بچنے اور نیکی و تقویٰ و طہارت حاصل کرنے کے لئے برابر کرتے رہو، بدعادتوں، بد صحبتوں کو قطعاً ترک کر دو بلکہ اُن مقامات کو بھی بالکل چھوڑ دو جو اِس قسم کی تحریکوں کا موجب ہو سکیں۔ ایسا نہ ہو کہ اُس کی لپیٹ تم کو بھی لگ جاوے۔ جس قدر تمہارا امکان ہے کوشش کرو اور انتھک کوشش کرو اور ہرگز سستی نہ کرو۔"

(باقی)

عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا اَیُّھَا الْوَرٰی

(اے لوگو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیجو)

دَعُوْا کُلَّ فَخْرٍ لِلنَّبِیِّ مُحَمَّدٍ ۔۔۔ اَمَامَ جَلَالَۃِ شَأْنِہٖ الشَّمْسُ اَحْقَرُ

اے لوگو! تم ہر قسم کے فخر کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی رہنے دو۔ آپ کی جلالتِ شان کے آگے تو سورج بالکل حقیر ہے۔

وَصَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا اَیُّھَا الْوَرٰی ۔۔۔ وَذَرُوْا لَہٗ طُرُقَ التَّشَاجُرِ تُوْجَرُوْا

اور اے لوگو! آپ پر درود اور سلام بھیجو اور آپ کی خاطر جھگڑے چھوڑ دو، تم کو اس کا اجر ملے گا۔

وَوَاللّٰہِ اِنِّیْ قَدْ تَبِعْتُ مُحَمَّدًا ۔۔۔ وَفِیْ کُلِّ اٰنٍ مِّنْ سَنَاہُ اُنَوَّرُ

اور اللہ کی قسم مَیں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی ہے اور ہر آن مَیں آپ کی روشنی سے ہی نور حاصل کرتا ہوں

وَفَوَّضَنِیْ رَبِّیْ اِلٰی رَوْضِ فَیْضِہٖ ۔۔۔ وَاِنِّیْ بِہٖ اَجْنِی الْجَنٰی وَاُنَضَّرُ

اور میرے ربّ نے مجھے آپ کے فیض کے باغ کے سپرد کر دیا ہے اور مَیں آپ کے طفیل ہی پھول چُنتا ہوں اور تر و تازگی سے بہرہ اندوز ہوتا ہوں

وَلِدِیْنِہٖ فِیْ جِذْرِ قَلْبِیْ لَوْعَۃٌ ۔۔۔ وَاِنَّ بَیَانِیْ عَنْ جَنَانِیْ یُخَبِّرُ

اور آپ کے دین کے لئے میرے دل کی گہرائی میں ایک تڑپ ہے اور میرے بیان سے میرے دل کی حالت عیاں ہے۔

وَرِثْتُ عُلُوْمَ الْمُصْطَفٰی فَاَخَذْتُھَا ۔۔۔ وَکَیْفَ اَرُدُّ عَطَاءَ رَبِّیْ وَاَفْجُرُ

مجھے آپ کے علوم ورثہ میں عطا ہوئے ہیں اور مَیں نے بصد احترام یہ ورثہ لیا ہے یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ مَیں اپنے ربّ کی عطا کو رد کر کے معصیت کا مرتکب ہوتا

وَمَا دِیْنُنَا اِلَّا ھُدٰی اٰیَۃِ اَحْمَدَا

اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے سوا ہمارا کوئی دین نہیں ہے

فَیَا لَیْتَ شِعْرِیْ مَا یَظُنُّ الْمُکَفِّرُ

مَیں نہیں جانتا کہ میری تکفیر کرنے والا کس گمان یا وہم میں مبتلا ہے۔

(حمامۃ البشریٰ)

فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مخزنِ رازہائے ربّانی

(خداوند کے اسرار کا خزانہ)

نورِ فرقاں نہ تافت است چناں کو بماند نہاں ز دیدہ وراں

قرآن مجید کا نور اس طور سے نہیں چمکا کہ وہ دیکھنے والوں کی نظر سے مخفی رہ سکے

آں چراغِ ہدیٰ ست دُنیا را رہبر و رہنما ست دُنیا را

وہ تو تمام دنیا کے لئے ہدایت کا چراغ ہے اور جہان بھر کے لئے رہبر اور رہنما ہے

رحمتے از خدا ست دُنیا را نعمتے از سما ست دُنیا را

وہ خدا کی طرف سے دُنیا کے لئے ایک رحمت ہے اور آسمان سے اہلِ جہان کے لئے ایک نعمت

مخزنِ رازہائے ربّانی از خدا آلۂ خدادانی

وہ خداوند کے اسرار کا خزانہ ہے اور خدا کی طرف سے خدا شناسی کا آلہ۔

برتر از پایۂ بشر بکمال دستگیرِ قیاس و استدلال

وہ اپنے کمالات میں انسان کی لیاقت سے بالاتر ہے اور قیاس و استدلال کی دستگیری کرتا ہے۔

کارسازِ اَتَم بعلم و عمل حجّتش اعظم و اثر اکمل

وہ علم و عمل میں ہمارے لئے کامل کارساز ہے اس کی دلیل پختہ اور اس کی اثر انگیزی نہایت درجہ کامل ہے

ہر کہ بر عظمتش نظر بکشاد بے توقّف خدایش آمد یاد

جو بھی اس کی عظمت کو دیکھ لیتا ہے اُسے فوراً خدا یاد آ جاتا ہے۔

(منتخب اشعار از براہین احمدیہ حصّہ چہارم صفحہ ۳۰۹)

انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ کے قیام سے میرا مقصد ہر فرد کے اندر بیداری پیدا کرنا تھا!

ضرورت اس امر کی ہے کہ انصار خصوصیت سے اپنے کام کی عمدگی کے ساتھ نگرانی کریں، تاکہ ہر جگہ اور ہر مقام پر ان کا کام نمایاں ہو کر لوگوں کے سامنے آجائے

انصار اللہ کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی ایک اہم ہدایت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ۲۲ ؍اکتوبر ۱۹۴۳ء کو خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ انصار اللہ کو بعض بیش قیمت نصائح سے نوازا تھا اور انہیں کام کو صحیح خطوط پر چلانے کے سلسلہ میں بعض نہایت ہی اہم ہدایات دی تھیں جو جملہ مجالس انصار اللہ کے اراکین کے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان ہدایات کا ایک اہم اقتباس ذیل میں شائع کیا جا رہا ہے تاکہ مجالس حضور کے ارشادات پر عمل پیرا ہو کر اس مقصد کو پورا کریں جس کے پیشِ نظر حضور نے جماعت میں انصار اللہ کی تنظیم قائم فرمائی ہے :-

"کام کرنے والی جماعت جس جگہ موجود ہو اس کا وجود خود بخود نمایاں ہونا شروع ہو جاتا ہے اور وہ کسی کو بتائے یا نہ بتائے ہر شخص کو محسوس ہونے لگ جاتا ہے کہ یہاں کوئی زندہ اور کام کرنے والی جماعت موجود ہے۔ اور درحقیقت کام کرنے والی جماعت بھی وہی ہے کہ بغیر لوگوں کو بتانے اور ان کو علم دینے کے وہ خود بخود معلوم کرلیں کہ یہاں کوئی کام کرنے والی جماعت موجود ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے .... ایک پھول کسی گھر میں لگا ہوا ہو تو تمام گھر کے افراد کو اس کے وجود کا احساس ہو جاتا ہے اور ہر شخص کی ناک میں جب ہوا داخل ہوتی ہے وہ فوراً سمجھ جاتا ہے کہ

گھر میں گلاب لگا ہوا ہے یا موتیا لگا ہوا ہے یا چنبیلی کا پودا لگا ہوا ہے۔ زندگی کے آثار ہونے ضروری ہیں، ان آثار کے بغیر کوئی شخص زندہ نہیں کہلا سکتا چاہے بظاہر وہ زندہ ہی دکھائی دے۔ جب کوئی شخص اس دنیا میں آتا ہے تو اسے دنیا میں اپنی زندگی کا کوئی ثبوت دینا چاہیئے اور ایسے نقوش چھوڑنے چاہئیں جن سے دنیا اس کی زندگی کا احساس کر سکے اور اسے معلوم ہو کہ اس دنیا میں فلاں شخص آیا تھا اور اس نے فلاں فلاں کام کیا۔

پس کام کرنے والی جماعت وہ نہیں ہوسکتی جو چند رپورٹیں شائع کردے بلکہ کام کرنے والی جماعت وہ کہلا سکتی ہے کہ جب کوئی غیر شخص قادیان میں آئے تو بغیر اس کے کہ اُسے کوئی بتائے کہ یہاں خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ کی جماعتیں ہیں اُسے خود بخود محسوس ہونے لگے کہ یہاں کوئی کام کرنے والی جماعت موجود ہے۔ جب کوئی لاہور میں جائے یا امرتسر میں جائے یا اور کسی شہر میں جائے تو اُس شہر میں داخل ہوتے ہی اُسے یہ محسوس ہونے لگ جائے کہ وہ کسی ایسے شہر میں آیا ہے جہاں کوئی نمایاں کام کرنے والی زندہ جماعت موجود ہے۔ مگر جہاں جاکر یہ پتہ نہ لگے اور دوسروں کو خود اِس بات کی ضرورت محسوس ہو کہ وہ اُسے بتائیں کہ یہاں انصار اللہ یا خدام الاحمدیہ کی جماعت موجود ہے تو اِس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ لوگ مُردہ ہیں اور اپنے اندر زندگی کے کوئی آثار نہیں رکھتے۔ یہ چیز ہے جو میں انصار اللہ میں پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ ....

کسی شخص نے یہ کیا ہی لطیف مثال بنائی ہے اور جو آج ساری دنیا میں بیان کی جاتی ہے کہ ؏

مُشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

مُشک پہچاننے کے لئے اگر عطار کی تعریف کی ضرورت ہو اور وہ کہے کہ یہ مُشک فلاں جگہ سے آیا ہے، اس کا نافہ ایسا عمدہ ہے لیکن ناک میں خوشبو نہ آئے تو ایسے مشک کا کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ مُشک تو وہی ہے کہ عطار چُپ کرکے بیٹھ جائے اور خریدار مُشک کی خوشبو سونگھ کر ہی بیتاب ہو جائے اور کہے کہ یہ مُشک نکالو میں اسے خریدنا چاہتا ہوں، یہ بڑا اعلیٰ مُشک ہے۔ تو اصل خوبی کام کی یہی ہوتی ہے۔ اگر ایک غیر اور اجنبی آدمی بھی آجائے تو اُسے پتہ لگ جائے کہ یہاں کوئی فعّال اور کام کرنے والی جماعت موجود ہے۔ باقی کسی کا اپنی ہفتہ وار یا ماہوار یا سالانہ رپورٹ شائع کردینا کوئی بڑی بات نہیں اور نہ اس سے کام کے متعلق کوئی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اگر ہم دنیا میں یہ اعلان کرنا شروع کردیں کہ اس دنیا کے پردہ پر ایک احمدی جماعت بھی ہے تو یہ اعلان بالکل مضحکہ خیز ہوگا لیکن اگر جہاں جہاں بھی ہماری جماعتیں موجود ہیں وہ اپنے وجود کو نمایاں کرنا شروع کردیں یہاں تک کہ ہر شخص کہے کہ ہمارے شہر میں ایک عجیب جماعت پیدا ہوگئی ہے اس کے افراد لوگوں کو تلقین کرتے ہیں، تعلیم دیتے ہیں، بڑی بڑی نیک اور اچھی باتیں بتاتے ہیں، لوگوں سے کہتے ہیں کہ دیکھو تم نمازیں پڑھو، روزے رکھو، زکوٰۃ دو، حج کرو، سچ بولو، امن سے رہو تو بے شک یہ تعریف صحیح تعریف ہوگی اور بے شک اس اشتہار سے بڑھ کر جماعت کی نیک نامی کا اور کوئی

اشتہار نہیں ہوگا لیکن اگر ہم ایسا تو نہ کریں اور صرف ہفتہ وار، ماہوار یا سالانہ اعلان کر دیں کہ احمدیہ جماعت بھی دنیا میں موجود ہے تو اس کا کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔

پس میرا مقصد ان جماعتوں (انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ) کے قیام سے ہر فرد کے اندر بیداری پیدا کرنا تھا، مگر یہ بیداری ابھی تک پیدا نہیں ہوئی۔ خدام میں ایک حد تک بیداری کا رنگ پایا جاتا ہے مگر وہ رنگ بھی تھوڑا بلکہ بہت ہی تھوڑا ہے۔ شاید دس فیصدی بیداری ہے جو ابھی تک خدام میں پیدا ہوئی ہے۔ پس جتنی بیداری خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ کے ذریعے جماعت میں پیدا ہوئی ہے وہ ہرگز کافی نہیں بلکہ کافی کا ہزارواں حصہ بھی نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انصار خصوصیت کے ساتھ اپنے کام کی عمدگی کے ساتھ نگرانی کریں تاکہ ہر جگہ اور ہر مقام پر ان کا کام نمایاں ہو کر لوگوں کے سامنے آ جائے اور وہ محسوس کرنے لگ جائیں کہ یہ ایک زندہ اور کام کرنے والی جماعت ہے۔"

{ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۳ء
مطبوعہ الفضل ۱۷ نومبر ۱۹۴۳ء }

خوب یاد رکھو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"خوب یاد رکھو اور اس کو سچ سمجھو کہ ایک روز اللہ تعالیٰ کے حضور جانا ہے۔ پس اگر ہم عمدہ حالت میں یہاں سے کوچ کرتے ہیں تو ہمارے لئے مبارکی اور خوشی ہے ورنہ بہت خطرناک حالت ہے۔ یاد رکھو کہ جب انسان بُری حالت میں جاتا ہے تو مکانِ بعید اُس کے لئے یہیں سے شروع ہو جاتا ہے۔"

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء۔ مرتبہ شیخ یعقوب علی صاحب تراب)

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ایک اہم تاریخی دستاویز

اپنے ایک مخلص اور فدائی حواری کے حق میں مسیح پاکؑ کی ایک دُعا اور اُس کا مہتم بالشّان ظہُور

ستمبر سنہ ۱۹۰۷ء میں جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کا پیغام بیرونی دُنیا تک پہنچانے کی غرض سے سلسلہ احمدیہ میں وقفِ زندگی کی پہلی تحریک فرمائی تو اُس وقت حضورؑ کے بعض جلیل القدر صحابہ نے عجیب والہانہ انداز میں اِس الٰہی تحریک پر لبّیک کہتے ہوئے خدمتِ اسلام کے لئے اپنی زندگیاں دیوانہ وار حضورؑ کی خدمت میں پیش کر دیں اور خدا کے مسیحؑ کو یقین دلایا کہ وہ دین کو دُنیا پر مقدم رکھتے ہوئے زندگی بھر خدا کے دین کی نصرت میں مصروف رہیں گے اور آخر دم تک خدمتِ اسلام سے مُنہ نہیں موڑیں گے اور بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ اُس وقت حضورؑ کے اِن خوش بخت و خوش نصیب اصحاب نے جو عریضے حضورؑ کی خدمتِ اقدس میں تحریر کئے اور اُن میں خدمتِ اسلام کی جس بے پناہ تڑپ اور کمال درجہ فدائیت کا اظہار کیا وہ آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ قبل ازیں حضرت قاضی محمد عبد اللہ صاحب بی۔ اے مدظلّہ، حضرت مولوی محمد دین صاحب بی۔ اے مدظلّہ اور حضرت حافظ صوفی غلام محمد صاحب بی۔ اے مرحومؓ کے عریضے قسط وار ماہنامہ "انصار اللہ" میں شائع ہو چکے ہیں۔ آج ہم حضور علیہ السلام کے ایک اور جلیل القدر صحابی اور سلسلہ احمدیہ کے نامور اور بزرگ عالم حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا وہ عریضہ پہلی بار ہدیۂ ناظرین کرنے کا فخر حاصل کر رہے ہیں جو آپ نے اِس تاریخی موقع پر حضورِ اقدسؑ کی خدمت میں تحریر کیا۔

حضرت مولوی صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا یہ خط کئی لحاظ سے بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے کیونکہ یہ محض وقفِ زندگی کی درخواست ہی نہیں ہے بلکہ اِس پر حضور علیہ السلام نے اپنے دستِ مبارک سے جو ایمان افروز نوٹ رقم فرمایا اُس کے پیشِ نظر اِسے ایک اہم تاریخی دستاویز کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ خط اِس امر کا آئینہ دار تو ہے ہی کہ حضور علیہ السلام کے صحابہ کی زندگیوں میں حضورؑ کی قوّتِ قدسی اور فیضِ صحبت کے طفیل کیسا عظیم الشان روحانی انقلاب رونما ہوا اور

اُس کے زیرِ اثر اُن کے قلوب خدمتِ اسلام کی کیسی بے پناہ تڑپ سے ہمکنار ہوئے اور کس طرح انہوں نے نفس کی لذّات اور دنیوی خواہشات کو خدا کی راہ میں قربان کر کے آرام و آسائش کی زندگی پر دارالمسیح کی دربانی اور درویشی کو ترجیح دی لیکن اس اہم اور ضروری خصوصیت کے ماسوا اس خط اور اس پر حضور علیہ السلام کے رقم فرمودہ نوٹ کے ساتھ خدا تعالیٰ کے بعض مہتم بالشان نشان وابستہ ہیں اور ہم میں سے ہر ایک اُن کے پُورا ہونے پر گواہ ہے اور بہت ہیں جنہیں اس بارہ میں عینی شاہد کی حیثیت حاصل ہے۔ اس خط پر حضور علیہ السلام نے اپنے دستِ مبارک سے جو نوٹ رقم فرمایا وہ بعض پیشگوئیوں پر مشتمل تھا جو خارق عادت طور پر پوری ہوئیں اور اس طرح اس حقیقت کو نہایت شان کے ساتھ آشکار کرنے کا موجب بنیں کہ دُعا ایک زندہ طاقت ہے، خدا اپنے بندوں کی دُعاؤں کو سُنتا اور قبول کرتا ہے اور بالخصوص اپنے مامور و مرسل کے منہ سے نکلی ہوئی دُعا کو بعینہٖ پُورا کر کے اُس کی صداقت کو آشکار کرتا اور اس امر کی گواہی دیتا ہے کہ مَیں نے ہی اسے بھیجا ہے اور مَیں ہی اسے دُنیا میں کامیاب کروں گا۔ حضرت مولوی سیّد محمد سرور شاہ صاحبؓ کا خط اور حضور علیہ السلام کا رقم فرمودہ نوٹ جو مکرم شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی نے ہمیں بغرضِ اشاعت عنایت فرمایا ہے درج ذیل ہے:۔

حضرت مولوی سیّد محمد سرور شاہ صاحبؓ کا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریمؕ

بحضور انور

الصّلوٰۃ والسّلام علیك یا مسیح اللہ

خاکسار نے حضور اقدس کے کل والے وہ ارشادات جناب میاں محمود احمد صاحب کی زبانی آج سُنے جن میں ہمیشہ کے لئے یا کم از کم ایک سال کے لئے زندگی وقف کرنے کے لئے حضور انور نے ترغیب دی تھی۔

اس میں شک نہیں کہ یہاں پر رہنے کی اصل غرض تو یہی تھی کہ آئندہ زندگی محض خداوند تعالےٰ کے لئے اور اُس کی راہ میں گزرے لیکن شامتِ اعمال سے دُنیا کی کچھ ایسی ملونی ملی ہوئی ہے کہ میں خصوصیت کے ساتھ اس غرض سے بہت دُور جا پڑا ہوں لیکن خداوندِ علیم خوب جانتا ہے کہ دل میں اس امر کی بہت تڑپ ہے کہ خداوندِ کریم ایسی زندگی نصیب کرے کہ (جو) محض لوجہ اللہ ہو اور ہر ایک قسم کی ملونی سے پاک صاف ہو۔ اور اسی تڑپ نے مجھے اس بات پر مجبور کیا ہے کہ میں بھی اس موقع پر اپنے ناچیز وجود کو حضور کے آگے پیش کر دوں۔ پس مَیں خدائے علیم کو جس کے قبضے میں میری جان ہے حاضر ناظر جان کر کہتا

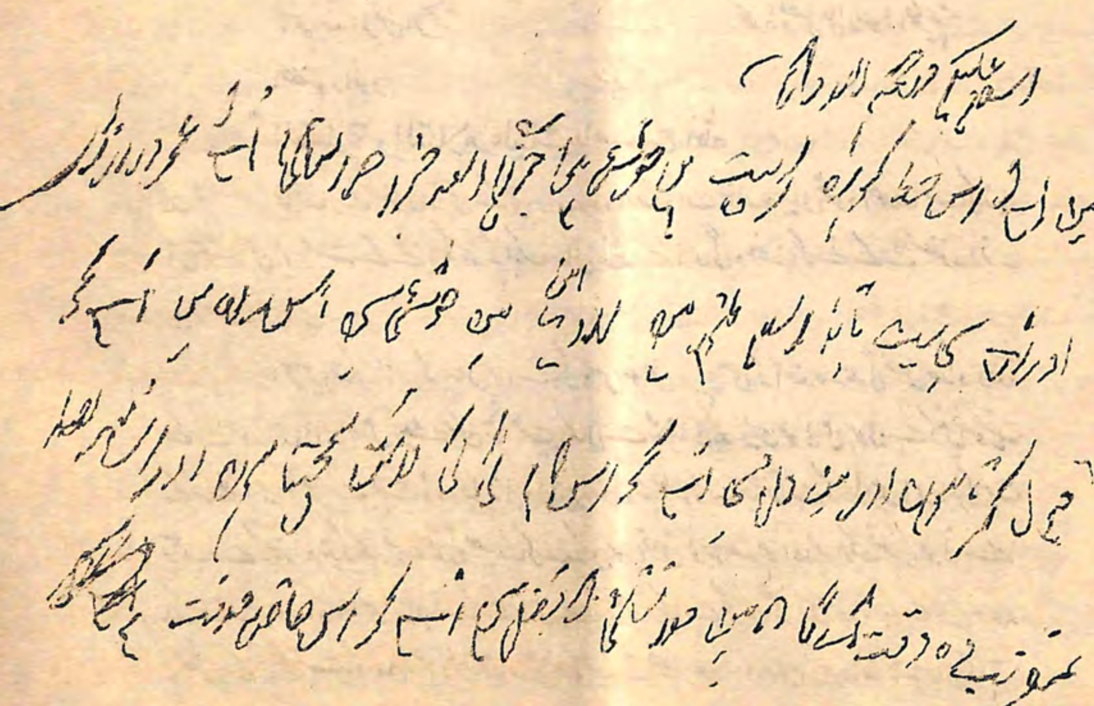
ہوں کہ سوائے کسی خود غرضی اور ریاء و سمعت کے سچی نیت اور ارادت سے اپنی ساری زندگی للہ وقف کرکے اپنے آپ کو حضور کے ہاتھ میں دیتا ہوں۔ حضور جہاں چاہیں بھیجیں اور جو کام چاہیں لیں خواہ وہ کام ایسا مشکل ہو کہ اس کا پہلا قدم ہی موت کے مُنہ میں ہو۔ واللہ علیٰ ما اقول وکیل وشہید۔ ولا حول ولا قوۃ اِلّا باللہ الّذی یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید۔

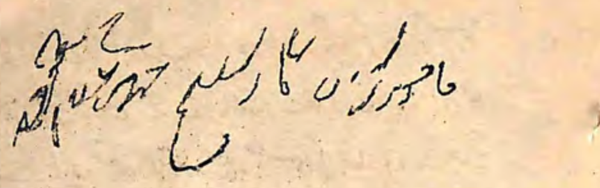
خاکسار محمد سرور

نوٹ :۔

مَیں امید کرتا ہوں کہ میری کمزوریوں اور عیالداری کے تعلق پر نظر کرکے نظرِ قبولیت سے محروم نہ فرمائیں گے۔ خداوند کریم خوب جانتا ہے کہ مَیں مذکورہ بالا زندگی کو دُنیا کی ہر ایک نعمت سے زیادہ لذیذ اور پیارا جانتا ہوں۔ اے خدائے کریم و رحیم نصیب کر اور محروم نہ رکھ۔ آمین

حضور علیہ السّلام کے رقم فرمودہ نوٹ کا عکس


السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ



حضورؑ کے نوٹ کی عبارت

" السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'
مَیں آپ کے اِس خط کو پڑھ کر بہت ہی خوش ہُوا
جزاکم اللہ خیراً۔ خدا تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے اور آپ سے بہت تائیدِ اسلام ظہور میں لاوے آمین۔
مَیں خوشی سے اِس راہ میں آپ کو قبول کرتا ہوں اور مَیں دل سے آپ کو اس کام کے لائق سمجھتا ہوں اور
انشاء اللہ عنقریب وہ وقت آئے گا کہ مَیں خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کو اِس خاص خدمت پر مامور
کروں گا۔ والسلام مرزا غلام احمدؐ۔"

اپنے اِس عریضہ میں حضرت مولوی صاحب مرحومؓ نے کس درد و سوز کے ساتھ دلی تڑپ کا اظہار کیا ہے کہ "خداوند کریم ایسی زندگی نصیب کرے جو محض لوجہ اللہ ہو" اور کس عاجزی اور انکساری کے ساتھ اپنے وجود کو خدمتِ اسلام کے لئے مسیحِ پاک علیہ السلام کے حضور پیش کیا ہے اور کس طرح خداوندِ علیم و خبیر کو حاضر ناظر جان کر سچی نیت اور ارادت کے ساتھ اپنی ساری زندگی وقف کرتے ہوئے بکمال ادب عرض کیا ہے کہ حضور جہاں چاہیں بھیجیں اور جو کام چاہیں لیں اور پھر کس مومنانہ جرأت اور دلیری کے ساتھ اِس عزم کا اظہار کیا ہے کہ آپ ہر مشکل سے مشکل کام بجا لانے کے لئے ہر دم اور ہر آن تیار رہیں گے خواہ وہ کام ایسا مشکل ہو کہ اُس کا پہلا قدم ہی موت کے مُنہ میں ہو اور پھر اپنے اِس عہد اور عزم پر خدا سے توفیق چاہتے ہوئے اُسی کو گواہ ٹھہرایا ہے۔ اللہ اللہ! خدا اور اُس کے دین کی راہ میں جان کی بازی لگانے کا یہ عزم لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ کے تحت دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے کیسے شاندار مظاہرے پر دلالت کرتا ہے۔ آخر جان کس کو پیاری نہیں ہوتی لیکن حضرت مولوی صاحب مرحومؓ نے پہلے ہی قدم پر اسے خدا کے راستے میں پیش کر دیا۔

آپ کے اخلاص و قربانی اور محبّت و فدائیت کا یہ جذبہ رنگ لایا۔ مسیحِ پاک علیہ السلام اِس سے اِس درجہ متاثر ہوئے کہ حضورؑ نے اپنے قلم سے یہ فقرہ رقم فرما کر کہ "مَیں اِس خط کو پڑھ کر بہت ہی خوش ہوا، جزاکم اللہ خیراً" اپنی خاص خوشنودی کا اظہار فرمایا اور پھر یہ تحریر فرما کر کہ "مَیں خوشی سے اِس راہ میں آپ کو قبول کرتا ہوں اور مَیں دل سے آپ کو اِس کام کے لائق سمجھتا ہوں" خوشنودی کی ایک ایسی سند سے سرفراز فرمایا کہ جو نہ صرف آپ کے لئے بلکہ آئندہ نسلوں کے لئے مایۂ صد افتخار کی حیثیت رکھتی ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

حضرت مولوی صاحب مرحوم نے پہلے ہی قدم پر موت قبول کرنے کے قابلِ رشک عزم کا اظہار فرمایا لیکن خدا کا مسیح دنیا میں لوگوں کو موت سے ہمکنار کرنے نہیں بلکہ انہیں جلانے اور زندگی بخشنے کے لئے آیا تھا اسے خدا نے احیاءِ موتیٰ کا معجزہ عطا فرما کر بھیجا تھا تاکہ وہ یضع الحرب کا اعلان کر کے دنیا میں حقیقی امن اور صلح و آشتی کی بنیاد ڈالے چنانچہ حضور علیہ السلام نے حضرت مولوی صاحب مرحوم کی اس مخلصانہ پیشکش کے جواب میں انہیں درازیٔ عمر کی دعا دی۔ اس میں یہ اشارہ مضمر تھا کہ تم خدا کی راہ میں مرنے کے لئے تیار رہو۔ جس طرح خدا نے اسمٰعیل کی قربانی کو قبول فرما کر اسے مرنے سے بچالیا تھا اسی طرح خدا کے ہاں تمہاری قربانی بھی مقبول ٹھہری ہے وہ تمہیں عرصہ دراز تک زندہ رکھے گا اور اسلام کی فتوحات اور شوکت کا زمانہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضور علیہ السلام نے اظہارِ خوشنودی اور سندِ قبولیت کے علاوہ اپنے اس نوٹ میں حضرت مولوی صاحب مرحوم کو دو دعائیں دیں اور ایک بشارت سے سرفراز فرمایا۔ دعائیں یہ تھیں کہ (۱) خدا تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے اور (۲) آپ سے بہت تائیدِ اسلام ظہور میں لادے۔ اور بشارت یہ تھی کہ "انشاء اللہ عنقریب وہ وقت آئے گا کہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کو اس خاص خدمت پر مامور کروں گا"۔ یہ بشارت در اصل اس امر کی آئینہ دار تھی کہ خدا یہ دونوں دعائیں قبول کرے گا یعنی آپ کو اس کی جناب سے عمر دراز عطا ہوگی اور وہ آپ کے ذریعے اسلام کی بہت تائید ظہور میں لائے گا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں مباحثہ مُدّ میں آپ کے کارہائے نمایاں "اعجاز احمدی" جیسے عظیم الشان نشان کے ظہور کا موجب بنے اور اس کے نتیجے میں آپ کو حیاتِ جاوید نصیب ہوئی اور حضور نے آپ کو **غضنفر** کے لقب سے سرفراز فرمایا (دیکھو قصیدہ اعجاز احمدی شعر ۸۱) وہاں خدا کی راہ میں زندگی وقف کرنے کے بعد آپ کی عظمت اور علوِ شان میں اور بھی اضافہ ہوا اور وہ اس طرح کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اگر حضرت مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود نہ ہوتے تو مسجد مبارک میں نماز ہائے پنجگانہ اور نمازِ جمعہ میں امامت کے فرائض ادا کرنے کا اعزاز آپ ہی کے حصہ میں آتا۔ چنانچہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جن دس جلیل القدر اصحاب کی اقتداء میں آپ نے حضور علیہ السلام کو نماز پڑھتے دیکھا تھا اُن میں سے ایک حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب مرحوم بھی تھے۔ (سیرۃ المہدی حصہ سوم روایت ۵۵۰)

یہ بہت بڑا اعزاز ہے اور آپ کے علوِ مرتبت پر دلالت کرتا ہے۔ پھر آپ کو حضور علیہ السلام کی زندگی میں ہی قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کی توفیق ملی جس کا سلسلہ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد بھی جاری رہا۔ یہ تفسیر ستمبر ۱۹۱۲ء تک قریباً دو ہزار مجلد صفحات میں آٹھویں پارے کے پانچویں رکوع تک شائع ہوئی۔ آپ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں ہی رسالہ "تعلیم الاسلام" اور رسالہ "تفسیر القرآن" کے ایڈیٹر بھی رہے۔ خلافتِ ثانیہ کے عہد میں بھی جب تک آپ زندہ رہے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے بعد مسجد مبارک قادیان میں امامت کے فرائض ادا کرنے کا شرف آپ کو ہی حاصل رہا۔ نیز آپ

جامعہ احمدیہ قادیان کے پرنسپل بھی تھے۔ وہ مجاہدین اسلام جنہیں خلافتِ ثانیہ کے عہد میں ممالکِ بیرون میں اسلام کا پیغام پہنچانے کی سعادت نصیب ہوئی اُن میں سے بیشتر مجاہد آپ ہی کے شاگرد اور آپ ہی کی صحبت کے فیض یافتہ ہیں۔ پھر مفتی سلسلہ عالیہ احمدیہ اور سیکرٹری مقبرہ بہشتی قادیان کے جلیل القدر عہدوں پر آپ فائز رہے۔ ان شاندار خدمات اور تائیدِ اسلام کے علاوہ جو آپ سے ظہور میں آئی درازیٔ عمر کا نشان بھی نہایت ہی عظیم الشان طریق پر آپ کے حق میں پورا ہوا۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے اتنی طویل عمر عطا فرمائی کہ آپ کو خلافتِ ثانیہ کے عہد میں اسلام کی تبلیغی فتوحات دیکھنے کی سعادت ملی۔ جب ۳ر جون ۱۹۴۷ء کو آپ نے قادیان میں وفات پائی تو اس وقت آپ کی عمر اندازاً ۹۲ سال تھی۔ (حوالہ کے لئے دیکھیں "اصحاب احمد" جلد پنجم صہ ۱۲)

سو اس طرح اللہ تعالیٰ نے مسیح پاک علیہ السلام کے قلم سے نکلے ہوئے نوٹ کے ایک ایک لفظ کو پورا کر دکھایا۔ حضرت مولوی صاحب مرحومؓ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عمرِ دراز بھی ملی پھر حضور علیہ السلام کی زندگی میں ہی آپ کو شاندار خدمات بجالانے کا موقع ملا جن میں قریباً نصف صدی تک برابر اضافہ ہوتا چلا گیا اور خدا نے آپ کے وجود سے ایسے غیر معمولی طریق پر تائیدِ اسلام ظاہر فرمائی کہ نہ صرف یہ کہ آپ کو قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کی توفیق ملی بلکہ آپ کے شاگردوں کے ذریعہ اطراف و جوانبِ عالم میں اسلام کا پیغام پہنچنے سے اللہ تعالیٰ نے تبلیغ و اشاعتِ اسلام کی اس عظیم الشان جدوجہد میں آپ کو بھی حصہ دار بنا دیا۔ یہ سب باتیں حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی صداقت کے عظیم الشان نشان ہیں کیونکہ کسی انسان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کی عمر کو دراز کر سکے اور پھر ایسے حالات پیدا کر سکے کہ جن میں اس شخص کے لئے دین کی راہ میں عظیم الشان خدمات بجالانا ممکن ہو جائے۔ یہ سب نشانات جو حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی دعا کے نتیجے میں حضرت مولوی صاحب مرحومؓ کے وجود اور آپ کی زندگی میں رونما ہوئے حضرت مولوی صاحب مرحومؓ کے مذکورہ بالا خط اور اس پر حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے رقم فرمودہ نوٹ کے ساتھ وابستہ ہیں اور اسی بنا پر بلاشبہ اس خط اور اس نوٹ کو ایک اہم تاریخی دستاویز کی حیثیت حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو جو صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عظیم الشان ورثے کے حامل ہیں اُن کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے خدمتِ اسلام کی اسی تڑپ سے بہرہ ور فرمائے اور پھر تادمِ آخر وہی قربانیاں پیش کرنے کی توفیق سے نوازے جو صحابہ نے پیش کر کے اپنے بیعت اور وقفِ زندگی کے عہد کو نبھایا۔ اٰمین اللّٰھم اٰمین ؛

اَنۡصَارُ اللّٰہِ کا عہد

ہمارے سالانہ اجتماع اکتوبر ۱۹۵۶ء کے موقع پر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے انصار اللہ کے لئے مندرجہ ذیل عہد منظور فرمایا۔ سب مجالس اپنے اجتماعات میں اسے بالالتزام دُہرایا کریں۔

(قائد عمومی)

"اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔"

کھانا پینا

محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم۔اے (آکسن) صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ

اسلام بڑا ہی پیارا مذہب ہے۔ اُس نے ہمارے دُنیوی کاموں کو بھی، اگر ہم اُس کے بتائے ہوئے احکام پر چلیں، مذہبی رنگ دیدیا ہے اور ثواب کا موجب ٹھہرایا ہے۔ انسانی زندگی کا مقصود خدا کی عبادت اور اس کی رضا کا حصول ہے جس کے لئے صحیح تعلیم کا جاننا اور اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔ اور حصولِ علم کے لئے جو محنت کرنی پڑتی ہے اور اعمالِ صالحہ بجا لانے پر انسانی جسم کو جو مشقت اٹھانی پڑتی ہے اس کے لئے جسمانی قوت و توانائی ضروری ہے۔ نہیں تو پھر مسیح کی طرح یہ کہنا پڑے گا کہ "رُوح تو چاہتی ہے مگر جسم برداشت نہیں کرتا"۔ اب جسم کی صحت و سلامتی کا انحصار بہت سی چیزوں پر ہے جن میں سے ایک کھانا پینا ہے۔ اِسی لئے بعض صلحائے اُمت کا یہ قول مشہور ہے کہ کھانا بھی مذہب کا ایک جزو ہے اور اسی لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کُلُوا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا یعنی صاف اور ستھری اور میزان میں پوری اُترنے والی (balanced) غذائیں کھاؤ تا بشاشت سے اعمالِ صالحہ بجا لاسکو اور علم و عمل کے میدان میں تمہاری کوششیں اَن تھک ہوں۔ پس جس کھانے میں نیت رضائے الٰہی ہو وہ چوپایوں کا کھانا نہیں ہوسکتا۔ اور خدا کے لئے کھانا وہ کھانا ہے جس میں شرع کے بتائے ہوئے احکام اور دین کے سمجھائے ہوئے آداب ملحوظ ہوں۔ آؤ دیکھیں یہ آداب کیا ہیں:-

(۱) صرف حلال ہی نہیں بلکہ طیب کھانا کھاؤ۔ جس کے کمانے، پکانے اور رکھانے میں مکروہات میں سے کوئی چیز شامل نہ ہو۔ اور جو صحت کو قائم رکھنے والا اور اُن ضروریات کو پورا کرنے والا ہو جن کا تقاضا جسم موجودہ دَورِ زندگی میں کر رہا ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ بچپن، جوانی اور بڑھاپے کی طیبات مختلف ہیں۔

(۲) نماز سے پہلے وضو ضروری ہے، کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا۔ پس ہاتھوں کو خوب اچھی طرح

دھو کر کھاؤ کہ اس سے روح کی پاکیزگی کا تقاضہ بھی پورا ہو گا اور جسمانی صحت بھی قائم رہے گی۔

(۳) اپنے حالات، عادات، رواج، یا وقتی ضرورت کے ماتحت کھانے کے برتن زمین پر رکھ کر کھاؤ، یا دستر خوان بچھا کر، یا میز پر مگر اس بات کا خیال رکھو کہ کھانا وقار کے ساتھ چُنا جائے اور وقار کے ساتھ کھایا جائے۔ بے تکلف اور بے ریاء۔

(۴) کھانے پر وقار کے ساتھ بیٹھو۔ لیٹ کر یا خدا تعالےٰ کی اِن نعمتوں سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کھانا نہ کھاؤ۔

(۵) زبان کے چسکے کے لیے نہ کھاؤ، تقوی کی نیّت سے اور اس ارادہ سے کھانا کھاؤ کہ کھانے سے ہمارے جسم میں قوّت پیدا ہو گی اور نیک اعمال بجا لانے میں سہولت۔ اگر اس نیّت سے کھاؤ گے تو ضرورت کے مطابق کھاؤ گے، ضرورت سے زیادہ نہ کھاؤ گے۔ جب کھانا برائے کھانا نہ ہو گا تو پھر جب بھوک لگے گی کھاؤ گے اور اتنا نہ کھاؤ گے کہ بدہضمی ہو جائے۔

(۶) جو کھانا بھی چُنا جائے اُسے خوشی سے کھاؤ اور اُسی سے لذت اور قوت حاصل کرو اور اچھے کھانوں کے حریص نہ ہو۔ اور جہاں تک ہو سکے دوسروں کو کھانے میں شامل کرو کہ ہمارے پیارے رسولؐ نے فرمایا ہے کہ اگر بہت سے مل کر کھائیں تو خدا تعالےٰ اس میں برکت ڈالتا ہے۔ نیز فرمایا کہ اچھا کھانا تو وہی ہے کہ جسے بہت سے لوگ مل کر کھائیں خواہ وہ گھر والے ہی کیوں نہ ہوں۔ ہم نے دیکھا ہے کہ بعض گھروں میں باپ یا ماں اچھے اچھے کھانے اپنے لئے چھپا کر رکھ لیتے ہیں اور بچوں کو دکھاتے تک نہیں۔ اسلام اسے پسند نہیں کرتا۔

(۷) کھانا شروع کرنے سے پہلے اونچی آواز میں بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم پڑھو اور کھانا ختم کرنے پر اونچی زبان سے الحمد للّٰہ ربّ العالمین کہو۔ اور کھانے کے دَوران نیکی کی باتیں اور خدا تعالےٰ کی حمد اور شکر کے تذکرے کرتے رہو تا کھانے کے ساتھ ساتھ خدا کی حمد بھی تمہارے جسموں کا جزو بن جائے اور تمہاری نسلیں بھی اس کی وارث ہوں۔

(۸) دائیں ہاتھ سے کھاؤ تا تمہارا حساب بھی تمہیں دائیں ہاتھ میں ملے۔ کھانے کو نمکین چیز سے شروع کرو (عام طور پر) اور اگر آخر پر میٹھا بھی کھاؤ تو بعد میں مُنہ نمکین کر لیا کرو۔

(۹) چھوٹے چھوٹے لقمے لو اور انہیں خوب اچھی طرح چباؤ کہ اس طرح تھوڑے کھانے سے جسم زیادہ قوت حاصل کرے گا۔ اور جب تک ایک لقمہ اچھی طرح چبا کر کھا نہ لو دوسرا لقمہ منہ میں نہ ڈالو کہ یہ بات وقار کے بھی خلاف ہے اور صحت کے لئے بھی مضر۔

(۱۰) کسی کھانے کی مذمت نہ کرو۔ جو چیز مرغوب ہے اور طبیعت کے موافق ہے اُسے کھا لو اور جو طبیعت کے موافق نہیں اُسے نہ کھاؤ مگر مذمت نہ کرو کہ یہ بات بھی تکبّر کا ایک پہلو لئے ہوئے ہے کہ جو چیز میری طبیعت کے موافق نہیں مگر دوسروں کی طبیعت کے موافق ہے وہ گھٹیا اور بُری ہے۔ انانیت کا یہ مظاہرہ ہمارے خدا کو پسند نہیں۔

(۱۱) اپنے سامنے سے کھاؤ، بے وقری اور حرص کے ساتھ رکابی میں اِدھر اُدھر ہاتھ نہ مارو۔

(۱۲) کھانا اس طرح نہ کھاؤ کہ اُس کا کچھ حصہ ضائع ہو جائے جس طرح کہ آج کی مہذّب دُنیا کر رہی ہے کہ یہ بھی کفرانِ نعمت ہے۔

(۱۳) ہاتھ سے کھاؤ یا چھری کانٹے سے کھاؤ مگر تکلف سے پرہیز کرو اور کسی ایک طریق کو اپنی بڑائی کا معیار یا دوسرے کی حقارت کی وجہ نہ بناؤ۔

(۱۴) کھانے میں پھونک نہ مارو کہ ایک تو اس سے دوسروں کو کراہت پیدا ہوگی۔ دوسرے خود تمہاری صحت پر بھی اس کا بُرا اثر پڑے گا۔ اِسی طرح مُنہ سے کوئی چیز نکال کے کھانے کی رکابی میں نہ رکھو کہ اِس سے بھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

(۱۵) کھانے کے دَوران میں زیادہ پانی نہ پیو، البتہ کچھ پانی پینا صحتِ ہاضمہ کے لئے ضروری ہے۔

(باقی)

اسلام کی ترقی کا اصل ذریعہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اسلام کی تمام ترقی تقویٰ سے شروع ہوئی ہے اور پھر جب اسلام ترقی کرے گا تقویٰ سے کرے گا۔" (تبلیغ رسالت جلد ششم صلا۱۲۶)

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض غیر مطبوعہ روایات

(از مکرم مولوی عبد الرحمٰن صاحب انور۔ ربوہ)

مجھے ۱۹۳۳ء میں جبکہ میں مہتمم تبلیغ برائے اضلاع سرگودھا، جھنگ و لائل پور تھا لالیاں میں آنا پڑا تو یہاں کے ایک معمر صحابی بابا امیر الدین صاحب سے ملاقات ہوئی۔ میں لالیاں رات کو عشاء کے قریب پہنچا تو پیرانہ سالی کے باوجود یہ بزرگ ایک نو عمر مبلغ سے ملنے کے لئے بالاخانہ پر جہاں میں مقیم تھا تشریف لائے۔ یہ ان کے خاص اخلاص کا اظہار تھا۔ انہوں نے اپنا تعارف ان الفاظ میں فرمایا کہ مجھے تو سب لوگ "ڈھوں لا مرنیوڈ سود اتی" کہتے ہیں۔ پہلے اہل حدیث تھے پھر احمدیت اختیار کرکے تبلیغ کی اور اس راہ میں بہت تکالیف اٹھائیں۔ خاکسار نے ان کا فوٹو بھی لیا اور ان سے دریافت کرکے روایات اپنی کاپی میں نوٹ کیں جو انہی کے الفاظ میں درج ذیل ہیں:۔

(عبد الرحمٰن انور۔ ربوہ)

روایات محترم امیر الدین صاحب ساکن لوہڑہ۔ لالیاں ضلع جھنگ عمر ۸۰ سال (بتاریخ ۱۴ جولائی ۱۹۳۳ء)

(۱) "میں پہلے اہل حدیث خیالات رکھتا تھا۔ اس گاؤں میں میرے سمیت تین آدمی اہل حدیث تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں الحکم اخبار ہمارے گاؤں میں بھی آیا کرتا تھا۔ اس سے ہمیں اطلاع ملی کہ کسی شخص نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ہمارے گاؤں کے تیس چالیس آدمی میرے ساتھ تھے انہوں نے کہا کہ تم جاؤ اور دیکھو اگر مہدی کی علامات آپ میں پائی جاتی ہیں تو ہم بھی مان لیں گے یعنی لکنت، درمیانہ قد، رسول کریمؐ کی خو بو وغیرہ۔ میں قادیان گیا۔ راستہ میں ہر طرح لوگوں نے مخالفت کی۔ آخر قادیان آیا، حضرت صاحبؑ سے ملا۔ حضورؑ نے پوچھا کہ کہاں سے آئے؟ میں نے کہا لالیاں سے۔ فرمایا وہ کہاں ہے؟ میں نے کہا کہ کرانہ کی بار میں۔ حضرت نے فرمایا وہ کہاں ہے؟ آخر حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ نے فرمایا حضور یہ ہمارے پڑوسی ہیں۔ پوچھا اتنی دور سے کس طرح پہنچے؟ میں نے کہا کچھ پیدل کچھ بذریعہ ریل۔ میں نے عرض کیا حضور راستہ میں لوگوں نے سخت مخالفت کی۔ بٹالہ میں ایک دکاندار سے قادیان کا راستہ پوچھا تو ایک آدمی نے کہا کہ اس مرزا نے سات دعوے کئے ہیں۔ میں نے کہا کہ اگر یہ ایک وقت سات مذہبوں کا رد پیش کرکے ان کے ماننے والوں کو لاجواب

کردوں تو میں ایک آدمی ہؤا یا سات آدمی۔ جب میں نے یہ بات حضرت صاحبؑ کے سامنے عرض کی تو آپ نے فرمایا دیکھو ایک دیہاتی آدمی کو یہ بات کس نے بتائی۔ کیسا جواب دیا۔ لاجواب کر دیا۔ کس نے اس کو سکھایا۔ اس کو خدا نے سکھایا۔

(۲) اُسی رات حضرت صاحبؑ کو مولوی محمد حسین بٹالوی کا رقعہ ملا جو دو دن سے آیا ہوا تھا اور دفتر والوں نے پیش نہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جلد اُن کو لکھو کہ حضرت صاحب تم سے ملنا چاہتے ہیں۔ وہ آدمی ہزار آدمیوں سے بہتر ہے اگر وہ سلسلہ احمدیہ میں آجائے۔ مَیں اس کو جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ مَیں دُنیا میں دشمنی پیدا کرنے کے لئے نہیں آیا۔ جلدی اُن کو اطلاع دو۔ دفتر والوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ یہ دشمن ہے کوئی شرارت نہ کرے۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا مَیں دشمنی کے لئے نہیں آیا۔

(۳) ایک اَور واقعہ یہ ہؤا کہ ایک شخص کا خط اُسی دن ملا جس میں لکھا تھا حضرت صاحب بددُعا کرتے ہیں تب طاعون آتی ہے۔ اُسے پڑھ کر حضرت صاحبؑ نے فرمایا مَیں کسی کے حق میں بددُعا نہیں کرتا۔ میرے سامنے چاہے سارا جہان گالیاں دے مَیں اس کے حق میں بددُعا نہیں کرتا۔ ہاں ہر روز خدا مجھے کہتا ہے کہ مَیں تیرے دشمنوں کو تباہ کروں گا۔ اب میرا اس میں کیا قصور ہے۔ جب اِن واقعات سے مَیں نے آپ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصلت دیکھی تو مَیں نے سمجھ لیا کہ یہ نبیوں کی خصلت ہے اور اُن کے منجانب اللہ ہونے کی علامت۔ مَیں نے اگلے دن حضرت صاحبؑ کی بیعت کر لی۔

(۴) حضرت صاحبؑ صبح کے وقت سیر کو جایا کرتے تھے اور شام کے بعد مسجد مبارک میں بیٹھا کرتے تھے۔ اُس وقت مسجد مبارک چھوٹی سی تھی۔ صرف دو صفیں بن سکتی تھیں۔ مسجد ایک دوسرے کے اوپر کرتے تھے۔ اُن دنوں دو آدمیوں کے قد تک گڑھا منارۃ المسیح کے لئے کھُدا ہؤا تھا۔ اس کے بعد بھی جب تک حضرت صاحبؑ زندہ رہے، ہر سال قادیان جاتا رہا ہوں۔

(۵) حضرت صاحب لاہور لیکچر کے لئے آئے اور محلہ ریختی لنڈے بازار میں ایک احمدی کے مکان میں اُترے تھے۔ آپ کے بال بچے بھی ساتھ تھے۔ اس وقت ایک فوری معجزہ دیکھا۔ حضرت صاحبؑ نے اعلان کر دیا تھا کہ کوئی شخص لاہور والوں کے ساتھ کوئی بیوپار نہ کرے، نہ ہی تعلق رکھے۔ لیکن لاہور والوں نے شرارت کی۔ ایک کھوٹا روپیہ لے کر پولیس میں رپورٹ کی کہ فلاں احمدی نے (جس کا نام انہوں نے دریافت کر لیا تھا) یہ کھوٹا روپیہ چلایا ہے، پس یہ مجرم ہے۔ آخر لاہور والے تین چار سپاہیوں کو لے کر حضرت صاحبؑ کے مکان پر آئے اور اُس احمدی کے گلے میں پگڑی ڈال لی اور حضرت صاحبؑ کو اطلاع بھجوائی کہ ان کے مرید نے کھوٹا روپیہ چلایا ہے۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا روپیہ صراف کو

دکھایا جائے۔ صراف کو دکھایا تو اس نے کٹھالی میں ڈالا اور روپیہ کھرا ثابت ہوا۔ آخر پولیس نے احمدی کو بَری کر دیا اور لاہوریوں کو پکڑ لیا۔ پولیس نے حضرت صاحبؑ سے کہا کہ آپ ان پر چار مقدمے کر سکتے ہیں اور چاروں بڑے خطرناک مقدمے ہیں۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا کہ ہمیں مقدمات کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہم مقدمے کرنے کے لئے نہیں آئے۔ یہ ایک زندہ معجزہ تھا جو لاہور میں دیکھا۔

(۶) مَیں نے حضرت صاحبؑ کو خواب میں دیکھا کہ ہمارے بڑے گاؤں لالیاں میں آئے ہوئے ہیں اور بلند آواز سے کہہ رہے ہیں ؎

شوق خدا دا بہوں سانوں پورے کرنے تے کم خدا دے نے

ایہناں گُڈیاں سر پر ہک دن ڈھیہ پوناں جیہڑیاں چڑھ گیاں اُچیاں ہواتے نے

دوسرا شعر جو حضورؑ نے پڑھا وہ مجھے یاد نہیں رہا دوسرے شعر کے بعد مَیں حضرت صاحبؑ کی تلاش میں نکلا ہوں لیکن حضرت صاحبؑ دوسری گلی میں چلے گئے ہیں اور میرے پاس سے غائب ہو گئے ہیں۔ مَیں نے یہ خواب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے حضور مسجد مبارک قادیان میں بیان کی۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ آپ پر خدا کا ما مور بڑا راضی ہے خدا مبارک کرے۔ آپ کی اولاد کے لئے دعا مانگوں گا اللہ تعالےٰ اُن پر فضل نازل فرمائے۔

(بابا امیر الدین صاحبؓ کی یہ خواب پندرہ سال کے بعد اس طور پر پوری ہوئی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے موعود جانشین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے جماعت کا مرکز ثانی ربوہ سب تحصیل لالیاں میں قائم فرمایا)÷　　　(باقی)

اعلیٰ درجے کا خُلق

مسیحِ پاک علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"انسان کو چاہیئے کہ انسانی اخلاق اور انسانی ہمدردی سے کسی حالت میں درگزر نہ کرے کہ یہی اعلیٰ درجہ کا خُلق ہے۔" (تبلیغ رسالت جلد ششم صہ۲۷)

ایک سوال اور اُس کا جواب

(از مکرم عباد اللہ صاحب گیانی)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے سنہ ۱۹۶۰ء کے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر ایک دوست نے یہ سوال کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:-

"باوا صاحب کے نزدیک تمام ذرّات اور ارواح مخلوق ہیں۔ جیسا کہ وہ فرماتے ہیں کہ:-

اوّل اللہ نور اُپایا قدرت کے سب بندے
ایک نور تے سب جگ اُپجیا کون بھلے کون مندے (ست بچن صفحہ ۱۵)

حضور علیہ السلام کے اِس ارشاد سے یہ واضح ہوتا ہے کہ "اوّل اللہ نور اپایا" کا شبد گورونانک جی کا بیان کردہ ہے۔ لیکن مروّجہ گورو گرنتھ صاحب میں یہ شبد کبیر جی کے نام پر درج ہے۔

(گورو گرنتھ صاحب۔ پربھاتی کبیر جی صفحہ ۱۳۴۹)

اِس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ گورو گرنتھ صاحب میں سکھ گورو صاحبان کے علاوہ اور بھی متعدد لوگوں کا کلام درج ہے جسے بھگت بانی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ بھگت بانی گورو گرنتھ صاحب میں کس نے درج کی اور اس کا منبع اور مخزن کیا تھا۔ اِس بارہ میں سکھ ودوانوں میں شدید اختلافات پائے جاتے ہیں جو نمونۃً درج ذیل ہیں:-

۱۔ بھگت بانی گورونانک جی نے خود ہی اپنے سفروں میں جمع کی تھی اور اپنے کلام کے ساتھ شامل کر دی تھی۔ گورو ارجن جی نے گورونانک جی کی جمع کردہ بھگت بانی ہی گورو گرنتھ صاحب میں درج کروائی تھی۔

(کجھ ہور دھارمک لیکھ صفحہ ۳۔ رسالہ پنجابی ساہت جنوری ۱۹۴۷ء)

۲۔ بھگت بانی گورو ارجن جی نے خود جمع کی تھی اور خود ہی گورو صاحبان کے کلام کے ساتھ شامل کی تھی۔ گورونانک جی نے کوئی بھگت بانی جمع نہیں کی تھی۔ (ستے بلونڈ دی وار مترجم صفحہ ۴۸۔ گورمت ترنے ساگر صفحہ ۵۸)

۳۔ گورو ارجن جی کے بڑے بھائی پرتھی چند جی نے (جو گورو ارجن جی کے سوتیلے بھائی اور خون کے پیاسے تھے) گورو جی

کی وفات کے بعد بھگتوں کی بانی گورو گرنتھ صاحب میں شامل کی تھی۔ گورو ارجن جی کے تیار کردہ گورو گرنتھ صاحب میں صرف سکھ گورو صاحبان کا ہی کلام تھا۔ (گورو داس درشن صفحہ ۹۵۔ ست گور بناں ہور کچی ہے بانی صفحہ ۱۲۳ و رسالہ پنجابی دنیا جولائی ۱۹۵۰ء و رسالہ خالصہ پارلیمنٹ گزٹ ستمبر ۱۹۵۵ء)

۴۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بھائی گورداس جی بھگتوں کی بانی جمع کر کے لائے تھے۔ (ست گوریاں ہور کچی ہے بانی صفحہ ۲۲)

۵۔ بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ بھائی بنوں جی نے اپنے تیار کردہ گورو گرنتھ صاحب میں بھگت بانی درج کر دی تھی۔ (رسالہ خالصہ پارلیمنٹ گزٹ ستمبر ۱۹۵۵ء)

۶۔ گورو ارجن جی نے اپنی روحانی طاقت سے تمام فوت شدہ بھگت اپنے پاس بلا لئے تھے اور ان سے سن کر ان کی بانی گورو گرنتھ صاحب میں درج کی تھی۔ (گور پرتاپ سورج گرنتھ راس ۳-انس ۴۲۔ تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۹۹ اور جیون بھائی گورداس مصنفہ سنت سمپورن سنگھ صفحہ ۴۷۔ گورو دوارے درشن صفحہ ۱۳۲۔ اتہاس سکھ گورو صاحبان صفحہ ۲۳۔ گورمت اتہاس گورو خالصہ صفحہ ۱۰۱۔ سوڈھی چمتکار صفحہ ۱۹۶۔ دربار صاحب امرتسر صفحہ ۸۔ راگ مالا منڈن صفحہ ۷۔ گوربلاس پاتشاہی چھ ۶ ادھیائے ۴)

۷۔ گورو ارجن جی نے خود ہی ان بھگتوں کے نام پر بانی اچارن کی تھی اور پھر اسے ان کے نام پر گورو گرنتھ صاحب میں درج کیا تھا۔ (گورمت نرنے ساگر صفحہ ۲۹۔ کھڑک خالصہ صفحہ ۱۴۔ مختصر و مکمل تواریخ گورو خالصہ اردو صفحہ ۱۰۳۔ اتہاس گورو خالصہ ہندی صفحہ ۱۳۔ بھگت بانی مترجم پنڈت تارا سنگھ نروتم صفحہ ۱)

۸۔ بھگتوں کے معتقد لوگوں سے سن سنا کر بھگت بانی جمع کی گئی تھی۔ (میکالف اتہاس حصہ اول صفحہ ۲۔ پراچین بیڑاں صفحہ ۴۱)

۹۔ بعض سکھ ودوانوں کے نزدیک بھگت بانی میں متعدد ایسے شبد موجود ہیں جو گورو صاحبان کے عقاید اور خیالات کے الٹ ہیں۔ (گورمت فلاسفی صفحہ ۱۵۴۔ گورمت سدھانت صفحہ ۶۔ ست گور بناں ہور کچی ہے بانی صفحہ ۹۲۔ سکھ ہندو نہیں صفحہ ۲۔ سوانحعمری گورو گوبند سنگھ جی صفحہ ۵۱)

۱۰۔ بھگت بانی میں کوئی شبد سکھ گورو صاحبان کی بیان کردہ بانی کے خلاف نہیں اور گورو گرنتھ صاحب کی ہر سطر میں سکھ گورو صاحبان کی روح بول رہی ہے۔ (کلغیاں والے دے کمال صفحہ ۱۹۔ گلیدھر چمتکار صفحہ ۱۰۹۲۔ گورمت نرنے ساگر صفحہ ۲۹۶۔ جگت بانی مترجم صفحہ ۔ گور پرتاپ سورج سمپادت صفحہ ۲۰۹۲۔ چھوت چھات سمبندھی گورمت سدھانت صفحہ ۸)

بھگت بانی سے متعلق سکھ ودوانوں کے یہ دس موٹے موٹے اختلافات ہیں۔ اس کے علاوہ سکھ ودوان اس امر کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ جو بانی یا شبد گورو گرنتھ صاحب میں جس بھگت یا گورو کے نام پر درج ہے وہ اسی بھگت یا گورو کا بیان کردہ ہو بلکہ یہ امکان موجود ہے کہ ایسے شبد بھی گورو نانک جی کے نام پر درج ہو گئے ہوں جو

اصل میں اُن کے بیان کردہ نہ ہوں یا گورو نانک جی کے بیان کردہ بعض شبد دوسرے لوگوں کے نام پر درج ہو گئے ہوں۔ چنانچہ ایک سکھ محقق سردار جی۔بی سنگھ جی ریٹائرڈ پوسٹ ماسٹر جنرل نے اس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ :۔

"گورو نانک جی کے نام پر لوگوں نے جعلی بانی بنانا اُن کے زمانہ میں ہی شروع کر دیا تھا اور گورو ارجن جی کے زمانہ تک پون صدی مزید اسی ٹھگی میں گزر گئی تھی" (پراچین بیڑاں صـ۹)

ایک اور مقام پر سردار صاحب موصوف نے بیان کیا ہے کہ :۔

"جعلی اور اصلی بانی الگ الگ کرنے کے لئے لوگوں میں پھیل چکی گورو جی کی جملہ بانی جمع کرنے کی ضرورت تھی اور اس کے جمع کرنے کے لئے آپ کو وہی وسائل مل سکتے تھے جو سینسر رام کو ملے تھے۔ شاید اس سے بھی بڑھ کر۔ یہ تمام وسائل غلطیوں سے پاک نہیں ہو سکتے تھے۔ گورو جی خود ایک اچھے شاعر تھے ..... نیز آپ ایک واقف کار راگی بھی تھے۔ بہت سی غلطیاں پڑتال کر کے درست بھی کر سکتے تھے ...... اسی طرح مجموعی طور پر آپ کسی شبد یا بانی کا مطلب گورو نانک صاحب کی بیان کردہ تعلیم کے خلاف سمجھتے تو اُسے رد بھی کر سکتے تھے ...... لیکن پھر بھی یہ امکان موجود رہا کہ کوئی بانی یا کوئی شبد گورو گرنتھ صاحب میں ایسا بھی درج ہو گیا ہو جو در اصل گورو نانک جی کا بیان کردہ نہ ہو۔ اور وہ شبد خواہ موہن کی پوتھیوں میں سے لیا گیا ہو یا باہر سے جمع کئے گئے شبدوں میں سے ہو۔ یہ درست ہے کہ گورو ارجن جی خود گورو تھے ان کا قول یا کسی شبد سے متعلق کیا گیا فیصلہ سکھوں کے لئے ایسا ہی مستند اور قابلِ قبول ہے جیسا کہ خود گورو نانک جی کا اپنا فیصلہ۔ لیکن جو بات ناممکن ہو اُسے گورو ارجن جی ممکن نہیں بنا سکتے تھے ...... یہ بات میں نے اس لئے بیان کی ہے کہ مجھے کئی شبد ایسے نظر آئے ہیں جہاں یہ مشکل ہمارے سامنے آتی ہے"

(پراچین بیڑاں صـ۳۰-۲۹)

سردار جی۔بی سنگھ جی نے گورو گرنتھ صاحب میں درج شدہ شبدوں سے متعلق جس خدشہ کا اظہار امکانی رنگ میں کیا ہے وہ محض ایک امکان ہی نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے اور انہوں نے خود بھی بعض ایسے شبد پیش کئے ہیں جو اُن کے نزدیک اصل مصنف کے نام پر درج ہونے کے بجائے دوسرے لوگوں کے نام پر گورو گرنتھ صاحب میں درج گئے ہیں۔ (پراچین بیڑاں صـ۲۹۵ ۔ صـ۲۱۸)

مروّجہ گورو گرنتھ صاحب میں بھی ایسی متعدد مثالیں ملتی ہیں کہ اگر ایک شبد یا شلوک ایک مقام پر گورو نانک جی کے نام پر درج ہے تو دوسرے مقام پر وہی شبد یا شلوک کسی اور گورو کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ گورو گرنتھ صاحب کی ابتدائی بانی "جپ جی" ہے اسے گورو نانک جی کی بیان کردہ تسلیم کیا جاتا ہے، اس کے شروع میں یہ شلوک ہے :۔

آد سچ جگاد سچ

ہے بھی سچ نانک ہوسی بھی سچ (گورو گرنتھ صاحب ص۱)

یہ شلوک سکھ وِدوانوں کے نزدیک گورو نانک جی کا بیان کردہ ہے (پراچین بیڑاں ص۵۹) لیکن گورو گرنتھ صاحب کے دوسرے مقام پر اسے گورو ارجن جی کی بانی میں شامل کر دیا گیا ہے اور وہاں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گویا اسے گورو ارجن جی نے اچارن کیا تھا۔ (گورو گرنتھ صاحب راگ گوڑی سکھمنی محلہ ۵ ص۲۸۵)

(۲) اسی "جپ جی" کے آخر میں ایک شلوک "پون گورو پانی پتا" کے الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔ سکھ ودوانوں کے نزدیک یہ شلوک گورو انگد جی کا بیان کردہ ہے۔ (پراچین بیڑاں ص۵۹۔ پوراتن جنم ساکھی ص۹۹) لیکن موجودہ گورو گرنتھ صاحب میں ایک جگہ (یعنی جپ جی میں) اسے گورو نانک جی کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ (گورو گرنتھ صاحب ص۸) اور دوسری جگہ راگ ماجھ کی وار میں اس پر "محلہ ۲" لکھ کر اسے گورو انگد جی کا بیان کردہ ظاہر کیا گیا ہے۔ (گورو گرنتھ صاحب راگ ماجھ کی وار ص۱۴۶)

(۳) راگ گوڑی کی وار کی بارھویں پوڑی گورو رام داس جی کی بیان کردہ ہے۔ یہ پوڑی "نانک ویچارے سنت جن چار وید کہندے" کے الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔ (گورو گرنتھ صاحب راگ گوڑی کی وار ص۳۰۶) اسی وار میں پھر یہ پوڑی نمبر ۳۱ پر درج ہے وہاں اس پر محلہ ۵ لکھ کر اسے گورو ارجن جی کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ (گورو گرنتھ صاحب راگ گوڑی کی وار ص۳۱۶)

(۴) راگ وڈہنس کی وار میں ایک شلوک "شبدے سار نہ آئیو نام نہ لگو پیار۔۔۔۔" سے شروع ہوتا ہے۔ اس جگہ اس پر محلہ ۳ لکھ کر اسے گورو امر داس جی کا بیان کردہ ظاہر کیا گیا ہے۔ (گورو گرنتھ صاحب راگ وڈہنس کی وار ص۵۹۴) لیکن راگ سوہی کی وار میں اس شلوک کو دوبارہ نقل کیا گیا ہے وہاں اس پر "محلہ ۱" درج ہے۔ گویا کہ یہ گورو نانک جی کا بیان کردہ ہے۔ (گورو گرنتھ صاحب راگ سوہی کی وار ص۷۹۱)

گورو گرنتھ صاحب کے پراچین قلمی نسخوں میں متعدد ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ اگر گورو گرنتھ صاحب کے ایک نسخہ میں ایک شبد گورو نانک جی کا بیان کردہ ظاہر کیا گیا ہے تو دوسرے نسخہ میں وہی شبد گورو ارجن جی یا کسی اور گورو صاحب کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے ہم یہ بات دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ گورو گرنتھ صاحب کا کوئی قدیمی نسخہ اس گڑبڑ سے بچا ہؤا نہیں ہے۔ خود ہمارے پاس ایک درجن کے قریب گورو گرنتھ صاحب کے قلمی اور مطبوعہ نسخے موجود ہیں ان سب میں بکثرت ایسے شبد ملتے ہیں جو ایک نسخہ میں گورو نانک جی کے نام پر درج ہیں اور دوسرے نسخہ میں انہیں گورو ارجن جی کے نام پر درج کیا گیا ہے اور تیسرے نسخہ میں کسی اور ہی گورو کی طرف منسوب ہیں۔ اب تو یہ گڑبڑ گورو گرنتھ صاحب کے مطبوعہ نسخوں میں بھی شروع ہو گئی ہے۔ چنانچہ اس وقت ہمارے سامنے گورو گرنتھ صاحب کے دو مطبوعہ نسخے ہیں۔ ایک نسخہ تو

شبدارتھ گورو گرنتھ صاحب کے نام پر ہے جس کی اشاعت "شبدارتھ گوربانی ٹرسٹ" نے کی تھی اور دوسرا نسخہ "شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی امرتسر" کا شائع کردہ ہے۔ اِن دونوں میں بعض ایسے شبد ملتے ہیں جو ایک نسخہ میں کسی اَور گورو کی طرف منسوب کئے گئے ہیں اور دوسرے نسخہ میں انہیں کسی اَور کے نام پر لکھا گیا ہے۔ جیسا کہ راگ سورٹھ کی وار میں ۱۶ ویں پوڑی پر دیا گیا دوسرا اشلوک یہ ہے:۔

اِک دجھیے اِک دبیہے اِکناں کتے کھاہیں
اِک پانی وچ اسٹیئے اِک بھی پھر ہسن پاہیں
نانک ایو نہ جاپئی کتھے جاسے سماہیں

شبدارتھ گورو گرنتھ صاحب میں یہ شلوک گورو امرداس جی کا بیان کردہ ظاہر کیا گیا ہے کیونکہ وہاں اس پر "محلہ ۳" کا عنوان دیا گیا ہے۔ (شبدارتھ گورو گرنتھ صاحب صفحہ ۶۴۸) لیکن شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کے شائع کردہ گورو گرنتھ صاحب میں یہی شلوک گورو نانک جی کے نام پر درج ہے۔ (گورو گرنتھ صاحب شائع کردہ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی صفحہ ۶۴۸) ہمارے پاس چھاپہ پتھر کا ایک مطبوعہ گورو گرنتھ صاحب ہے اُس میں بھی اس شلوک پر "محلہ ۱" درج ہے جو اِسے گورو نانک جی کا بیان کردہ ظاہر کر رہا ہے۔ (گورو گرنتھ صاحب چھاپہ پتھر صفحہ ۵۳۵)

(۲) راگ دھناسری میں مندرجہ ذیل شبد درج ہے جو اِس طرح شروع ہوا ہے:۔

خدا کرے تاں سمریا جائے
آتما دروے رہے لو لائے

شبدارتھ گورو گرنتھ صاحب میں اِس شبد پر "محلہ ۱" کا عنوان دیا گیا ہے جو اِسے گورو نانک جی کا بیان کردہ ظاہر کر رہا ہے (شبدارتھ گورو گرنتھ صاحب صفحہ ۶۶۱) لیکن شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کے شائع کردہ گورو گرنتھ صاحب میں اِس پر "محلہ ۳" کا عنوان دیکر اِسے گورو امرداس جی کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ (گورو گرنتھ صاحب شائع کردہ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی صفحہ ۶۶۱)

اِس کے علاوہ سکھ کتب میں ایسی مثالیں بھی بے شمار ملتی ہیں کہ سکھ ودوانوں نے اگر ایک شبد کو گورو نانک جی کا بیان کردہ ظاہر کیا ہے تو گورو گرنتھ صاحب میں وہ کسی اَور گورو کی طرف منسوب ہے۔ چنانچہ گورو گرنتھ صاحب کے راگ مارو میں ایک شبد "اللہ اگم خدائی بندے۔ چھوڈ خیال دُنیا کے دھندے" سے شروع ہوا ہے۔ گورو گرنتھ صاحب میں اِسے گورو ارجن جی کا بیان کردہ ظاہر کیا گیا ہے (گورو گرنتھ صاحب راگ مارو صفحہ ۱۰۸۳) لیکن بڑے بڑے سکھ ودوان جن میں گیانی گیان سنگھ ایسے مشہور سکھ مؤرخ اور گیانی دت سنگھ ایسے مشہور ودوان موجود ہیں اِس شبد کو گورو نانک جی کا بیان کردہ ظاہر کر رہے ہیں۔ (تواریخ گورو خالصہ ــــ ۔ نانک پربودھ صفحہ ۲۰۱) جنم ساکھیوں اور دوسری کتب میں بھی اِس شبد کو

گورونانک جی کا بیان کردہ ظاہر کیا گیا ہے۔ (جنم ساکھی ولایت والی ص۱۔ جنم ساکھی بھائی بالا ص۳۱۶۔ جنم ساکھی بھائی منی سنگھ صـــ ۔ نانک پرکاش)

راگ رام کلی میں سدھ گوشٹ کے نام پر ایک بانی درج ہے، اس پر "محلّہ ا" کا عنوان دیا گیا ہے (گورو گرنتھ صاحب راگ رام کلی سدھ گوشٹ ص۹۳۸) بعض سکھ ودوانوں کے نزدیک یہ بانی گورو نانک جی کی بجائے گورو ارجن جی کی بیان کردہ ہے۔ (بانی بیورا ص۱۱)

اسی راگ میں گورو امرداس جی کی بیان کردہ "انند" بانی درج ہے۔ اس کی کُل پوڑیاں چالیس ہیں۔ مروّجہ گورو گرنتھ صاحب میں یہ سب کی سب گورو امرداس جی کی طرف منسوب کی گئی ہیں (گورو گرنتھ صاحب۔ رام کلی انند محلّہ ۳ ص۹۱۷۔ ص۹۲۲) لیکن سکھ ودوانوں کے نزدیک اس کی ۳۸ پوڑیاں گورو امرداس جی کی بیان کردہ ہیں اور ۳۹ ویں پوڑی گورو رامداس جی کی اور ۴۰ ویں پوڑی گورو ارجن جی کی تصنیف ہے۔ (بانی بیورا ص۵۔ شبدارتھ گورو گرنتھ صاحب ص۹۲۲)

گورو تیغ بہادر کے شلوکوں میں ۵۴ کا شلوک "بل ہوا بندھن چھوٹے" کے الفاظ سے شروع ہوتا ہے سکھ ودوانوں کے نزدیک گورو گوبند سنگھ جی کا بیان کردہ ہے (پراچین بیڑاں ص۱۹۔ ص۱۹۵ و شبدارتھ گورو گرنتھ صاحب ص۱۴۲۹) اور بعض گورو گرنتھ صاحب ایسے بھی ملتے ہیں جن میں اس شلوک پر "محلّہ ۱۰" کا عنوان بھی دیا گیا ہے (گورو گرنتھ صاحب چھاپہ پتھر ص۱۱۶۱۔ گورو گرنتھ صاحب قلمی ورق ـــــ و شبدارتھ گورو گرنتھ صاحب ص۱۴۲۹) لیکن مروّجہ گورو گرنتھ صاحب میں اس شلوک پر اس قسم کا کوئی عنوان نہیں ہے اور اسے گورو تیغ بہادر کے شلوکوں میں شامل کیا گیا ہے۔ (گورو گرنتھ صاحب شلوک محلّہ ۹ ص۱۴۲۹)

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ایسے شبد اور شلوک ملتے ہیں جو سکھ کتب میں گورو نانک جی کے بیان کردہ تسلیم کئے گئے ہیں لیکن گورو گرنتھ صاحب میں وہ شبد یا شلوک گورو نانک جی کی بجائے دوسرے گورو صاحبان کے نام پر درج ہیں۔ اگر ان شبدوں اور شلوکوں کی مثالوں کو جمع کر دیا جائے تو ایک بہت بڑی کتاب بن سکتی ہے۔ ان حالات میں یہ بات وثوق سے بیان نہیں کی جا سکتی کہ گورو گرنتھ صاحب میں جو شبد یا شلوک کسی گورو یا بھگت کے نام پر درج ہیں وہ فی الحقیقت اسی گورو یا بھگت کے بیان کردہ ہیں۔ اور خود سکھ محققین بھی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ گورو گرنتھ صاحب میں ایسے شبد یا شلوک موجود ہیں جو گورو نانک جی کے بیان کردہ نہیں مگر انہیں گورو جی کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے اور گورو جی کے بعض شبدوں یا شلوکوں کو دوسروں کے نام پر درج کیا گیا ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گورو گرنتھ صاحب سے متعلق یہ فیصلہ صادر فرمایا ہے کہ:۔

"باوا نانک صاحب کے مذہب کی اصل حقیقت دریافت کرنے کے لئے صرف موجودہ گرنتھ پر مدار رکھنا غلطی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کو کون نہیں جانتا کہ موجودہ گرنتھ کی صحت کے بارہ میں بہت سی پیچیدگیاں اور دقتیں واقع ہو گئی ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ تمام اشعار ایسے زمانہ میں ظاہر ہوئے جس میں سکھ صاحبان کے اصل مذہب کا رنگ بدل چکا تھا اور وہ اپنی اس حالت میں اس قسم کے شعر ہرگز ہرگز جمع نہیں کر سکتے تھے جن میں

باوا صاحب کے مسلمان ہونے کی تصریحات تھیں۔ اور ایسے بے ثبوت اور بے سند طور پر وہ جمع کئے گئے جن میں جعلسازوں کو بہت کچھ غلط ملط کرنے کا موقعہ تھا۔ گورو ارجن داس صاحب کی گو کیسی ہی نیک نیت ہو مگر جن لوگوں کی زبانی وہ جمع کئے گئے تھے اُن کی درایت اور روایت ہرگز قابلِ اعتماد نہیں"۔
(ست بچن صفحہ ۸۹)

ایک اور مقام پر حضور فرماتے ہیں کہ :-

گرنتھوں میں ہے شک کا احتمال　　　کہ انسانوں کے ہاتھوں سے ہیں دست و مال
جو پیچھے سے لکھتے لکھاتے رہے　　　خدا جانے کیا کیا بناتے رہے
گماں ہے کہ نقلوں میں ہو کچھ خطا　　　کہ انساں نہ ہوتے خطا سے جُدا　(ست بچن صفحہ ۳۰)

یعنی :- "یہ گرنتھ جو خالصہ صاحبوں کے ہاتھ میں ہے باوا صاحب کی وفات سے بہت مدت بعد اکٹھا کیا گیا ہے اور روایتوں کا کوئی صحیح سلسلہ سکھوں کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ معلوم نہیں کہ کہاں کہاں سے اور کس کس سے یہ شعر لئے گئے اور کیا کچھ کم کیا گیا یا بڑھایا گیا"۔　(تریاق القلوب)

پس اِن حالات میں گورو گرنتھ صاحب کو قطعی حجت کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس میں بہت گڑبڑ پیدا ہوچکی ہے اور وہ گڑبڑ خود سکھ محققین کو بھی مسلم ہے۔

سکھ ودوان اِس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ کبیر جی ایک نومسلم خاندان کے فرد تھے اور گورو نانک جی پر انکے خیالات کا بہت گہرا اثر تھا (پراچین بیڑاں صفحہ ۴۹۔ گورمت درشن صفحہ ۱۱۵) بعض لوگوں نے تو کبیر جی کو گورو نانک جی کا گورو تک ظاہر کیا ہے (کھڑک خالصہ صفحہ ۲۰۔ انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس صفحہ ۲۸۰ جلد ۴۔ ماڈرن ریلیجس موومنٹس اِن انڈیا صفحہ ۳۳۶) اور سکھ کتب سے اِس امر کی شہادت بھی ملتی ہے کہ گورو نانک جی دوسروں کو اپنے خیالات سے آگاہ کرتے وقت کبیر جی کے بیان کردہ شبد بھی سُنا دیا کرتے تھے۔ (جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۱ و صفحہ ۲۱۱) پوراتن جنم ساکھی صفحہ ۱۲۸ و پراچین بیڑاں صفحہ ۴۶۶)

زیرِ بحث شبد

اوّل اللہ نور اپایا قدرت کے سب بندے
ایک نور تے سب جگ اُپجیا کون بھلے کون مندے

بے شک مروّجہ گورو گرنتھ صاحب میں کبیر جی کے نام پر درج ہے لیکن اغلب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس گورو گرنتھ صاحب کا جو نسخہ تھا اس میں یہ شبد گورو نانک جی کا بیان کردہ ہی ظاہر کیا گیا ہو کیونکہ جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں کہ گورو گرنتھ صاحب کے مختلف نسخوں میں اِس قسم کی متعدد مثالیں پائی جاتی ہیں کہ ایک نسخہ میں ایک شبد یا شلوک گورو نانک جی

کا بیان کردہ ظاہر کیا گیا ہے اور دوسرے نسخہ میں وہ کسی اَور گورو کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے اس لئے قرینِ قیاس یہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس گورو گرنتھ صاحب کا جو نسخہ تھا اس میں یہ شبد گورو نانک جی کے نام پر ہی درج تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خود اس تبدیلی کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

اب تو سکھوں میں بھی ایسے وِدوان موجود ہیں جو اس زیرِ بحث شبد کو گورو نانک جی کا بیان کردہ تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ دہلی سے شائع ہونے والے ایک مشہور و معروف سکھ اخبار "شیرِ پنجاب" نے لکھا ہے کہ:۔

"گورو نانک دیو جی کی زندگی کا فلسفہ یہ تھا کہ:۔

"اوّل اللہ نور اپایا
قدرت کے سب بندے

یعنی ساری دنیا اُس پرماتما کی بنائی ہوئی ہے۔" (شیر پنجاب گورو نانک نمبر ۱۹۵۸ء)

ایک اَور سکھ وِدوان سردار گوربخش سنگھ جی بی۔ایس سی ایڈیٹر رسالہ پریت لڑی نے بیان کیا ہے کہ:۔

"گورو نانک جی نے سب نیک اور بد لوگوں کو ایک ہی نور سے پیدا شدہ بتایا ہے اور ایک ہی وسیع بحرِ حیات کی چھوٹی بڑی لہریں بیان کیا ہے "کون بھلے کون مندے" کا سوال اُٹھا کر گناہ و ثواب کے تمام راز عیاں کر دیئے ہیں۔"

(رسالہ پریت لڑی۔ پریت نگر امرتسر۔ نومبر ۱۹۶۰ء)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ سکھ وِدوان بھی اِس امر کو تسلیم کر رہے ہیں کہ "اوّل اللہ نور اپایا" کا شبد گورو نانک جی کا بیان کردہ ہے۔ گویا کہ مروّجہ گورو گرنتھ صاحب میں اسے غلط طور پر کبیر جی کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔

پس یہ اعتراض بالکل غلط اور بے بُنیاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود عمداً یا سہواً کبیر جی کے شبد کو گورو نانک جی کی طرف منسوب کیا ہے۔ خدا تعالےٰ کے مقدس مسیح نے جو کچھ لکھا ہے واقعات اس کی تصدیق کر رہے ہیں اور سکھ وِدوان بھی اسے زبانِ حال سے درست تسلیم کر رہے ہیں۔ اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمّدٍ وعلیٰ اٰل محمّدٍ وعلیٰ عبدك المسیح الموعود وبارك وسلّم ؎

وہ آسمانی تقدیر جو ہر حال میں پوری ہو کر رہیگی

ایک سچا خواب اور اُس کی عملی تعبیر

سالِ رواں کے اوائل میں جماعت احمدیہ گھانا (مغربی افریقہ) کی سالانہ کانفرنس اکرا میں نہایت شان و شوکت کے ساتھ منعقد ہوئی۔ جب مغربی افریقہ میں جماعت احمدیہ کے رئیس التبلیغ مکرم مولانا نسیم سیفی صاحب اِس کانفرنس میں شرکت کی غرض سے نائیجیریا کے دارالحکومت لیگس سے گھانا کے دارالحکومت اکرا روانہ ہوئے تو لیگس سے شائع ہونے والے انگریزی اخبار "دی ڈیلی ٹیلیگراف" نے ان کی روانگی کی خبر حسب ذیل الفاظ میں شائع کی:-

"مغربی افریقہ میں جماعتِ احمدیہ کے رئیس التبلیغ مولوی نسیم سیفی اِس ہفتہ کے اوائل میں جماعت احمدیہ گھانا کی سالانہ کانفرنس میں شرکت کی غرض سے لیگس سے بذریعہ ہوائی جہاز اکرا روانہ ہوئے ہیں۔

مولوی سیفی اِس موقع پر افریقہ میں کام کرنے والے احمدی مبلّغینِ اسلام کا ایک مشاورتی جلسہ بھی منعقد کریں گے جس میں سالِ رواں کے لئے جماعتِ احمدیہ کے تبلیغی مشنوں کا پروگرام مرتّب کیا جائے گا۔

مولوی سیفی نے فضائی مستقر پر ایک پریس ملاقات کے دوران کہا مغربی افریقہ میں اصل مقابلہ عیسائیت اور اسلام کے درمیان ہے۔ یہاں کمیونزم کے پنپنے اور پاؤں جمانے کا امکان نہیں لہذا اسے بآسانی نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے وہ مغربی افریقہ میں برابر ترقی کر رہا ہے۔ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ اِس حصّۂ دُنیا میں یہی ایک مذہب ہوگا جو ہر چہار طرف چھایا ہوا ہوگا۔ ہم اِس بات پر پورا یقین رکھتے ہیں کہ ہم مناسب وقت کے اندر اندر ہر دوسرے مذہب کی جگہ اسلام کو قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

مولوی سیفی نے مزید کہا اِس سال ڈہومی، آئیوری کوسٹ، سینیگال، گیمبیا اور گنی دوسرے

علاقوں میں بھی احمدیہ مشن قائم ہو جائیں گے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں مغربی افریقہ میں جماعت احمدیہ کے مشنوں کی کارگزاری اور ان کے نتائج پر خوشی محسوس کرتے ہوئے بالآخر غلبۂ اسلام کے بارہ میں پُرامید ہوں۔"

("دی ڈیلی ٹیلیگراف" لیگس ۹ر جنوری ۱۹۶۱ء)

ہر چند کہ "ڈیلی ٹیلیگراف" نے (جو بلاشبہ ایک عیسائی اخبار ہے) مندرجہ بالا خبر شائع کرنے میں بظاہر فراخدلی سے کام لیا کیونکہ خبر کے متن سے جو موعودہ غلبۂ اسلام سے متعلق مکرم مولانا نسیم سیفی کے بیان پر مشتمل ہے کسی قسم کے مخالفانہ جذبے کا اظہار نہیں ہوتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے خلاف جس قدر تعصب ظاہر کرنا ممکن ہو سکتا تھا اس کے اظہار میں اخبار مذکور نے اپنی طرف سے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ وہ اس طرح کہ اس نے خبر کا مندرجہ بالا متن درج کرنے سے قبل نہایت جلی حروف میں اس پر یہ عنوان بھی لگایا کہ:-

"MUSLIM FANATIC DREAMS:
DREAM THAT IS FALSE"

یعنی:- "ایک جوشیلا مسلمان خواب دیکھنے میں مگن ہے

ایک ایسا خواب جو شرمندۂ تعبیر نہ ہو گا!"

ظاہر ہے اس عنوان کا خبر کے متن سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ فنِ صحافت کی رو سے یہ عنوان کسی صورت بھی خبر کے مفہوم کا آئینہ دار قرار نہیں پا سکتا۔ البتہ اس صحافتی بے ضابطگی سے وہ پریشانی اور سراسیمگی ضرور بے نقاب ہو جاتی ہے جو آج افریقہ میں اسلام کی روزافزوں ترقی اور اس کے درخشندہ مستقبل کے واضح آثار پر وہاں کے عیسائی حلقوں کو لاحق ہے اور جس میں اسلام کی ترقی کے ساتھ ساتھ دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔

اس قسم کے صحافتی حربوں سے منہ بولتے حقائق پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔ یہ اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے بلکہ اظہر من الشمس اور روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ افریقہ میں اسلام آگے ہی آگے بڑھ رہا ہے اور بڑھ بھی رہا ہے تیز رفتاری سے۔ اپنے اور پرائے سب محسوس کر رہے ہیں کہ افریقہ کا آئندہ مذہب اسلام ہو گا۔ باقی تمام مذاہب جلد یا بدیر اس کے سامنے عاجز آ جائیں گے۔ چنانچہ گزشتہ چند ماہ کے دوران اس کی تائید میں دنیا بھر کے اخبارات کے بیسیوں اقتباسات شائع ہو ہو کر منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ ذیل میں ہم سوئٹزرلینڈ کے اخبار FREIBURGER NACHRICHTEN کے ۱۰ر مارچ ۱۹۶۱ء کے شمارہ کا ایک اقتباس درج کرتے ہیں جس سے ظاہر ہو جائے گا کہ لیگس کے "ڈیلی ٹیلیگراف" نے جس حقیقت کو "ایک جوشیلے مسلمان کے خواب" سے تعبیر کیا ہے اور لکھا ہے کہ "یہ خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو گا" وہ خواب جماعتِ احمدیہ کی تبلیغی مساعی کے نتیجے میں دن بدن پورا ہو رہا ہے اور روز بروز اس کی عملی تعبیر

آنکھوں کے سامنے آتی جارہی ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا سوئس اخبار رقمطراز ہے :-

"فرقہ احمدیہ جو اسلام ہی کا ایک سرگرم اور فعال حصّہ ہے اسکے لیڈروں نے دُنیا بھر میں اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو تیز تر کرنے کے بارہ میں اپنے ممبران سے ایک پُرزور اپیل کی ہے۔ اس اپیل میں جماعت کے ممبران سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنے اپنے خاندان میں سے ایک ایک آدمی اشاعتِ اسلام کی غرض سے پیش کریں کیونکہ ماہوار چندوں کی رقوم ادا کرکے اپنے آپ کو فریضۂ تبلیغ سے سبکدوش سمجھ لینا اور اس طرح تبلیغ کے کام کو محض اتفاقات کے حوالے کر دینا مناسب نہیں ہے۔ اپیل میں کہا گیا ہے کہ آئندہ مبلغینِ اسلام کی تعداد کو بڑھانا اور تمام ذرائع کام میں لا کر تبلیغ اسلام کی منظم جدوجہد کو تقویت پہنچانا ضروری ہے۔

اسوقت افریقہ میں حالت یہ ہے کہ اگر ایک افریقی باشندہ عیسائیت قبول کرتا ہے تو اسکے بالمقابل بائیس افریقی باشندے اسلام کے حلقہ بگوش بن جاتے ہیں۔ اسلام کی طرف سے مذکورہ بالا تیز تر تبلیغی جدوجہد بلاشبہ ایک اور بائیس کی اِس نسبت کو اور بھی زیادہ بڑھا دے گی اور یہ امر عیسائیت کے لئے مزید نقصان اور دھکے کا موجب ہوگا"

افریقہ میں جماعتِ احمدیہ کی عظیم الشان تبلیغی مساعی اور انکے خوشکن اثرات کے بارہ میں اِس سوئس اخبار کا یہ اعتراف اِس امر پر گواہ ہے کہ مغربی افریقہ میں جماعتِ احمدیہ کے رئیس التبلیغ مکرم مولانا نسیم سیفی کا مذکورہ بالا بیان جس میں انہوں نے اِس یقین کا اظہار کیا ہے کہ مستقبل قریب میں اسلام وہاں غالب آنے میں کامیاب ہو جائیگا محض "ایک جوشیلے مسلمان کی خوش فہمی" نہیں ہے بلکہ ایک زندہ و تابندہ حقیقت ہے جس کے آثار ایک دُنیا مشاہدہ کر رہی ہے۔

دراصل "ڈیلی ٹیلیگراف" یا کسی عیسائی تنظیم کا جماعتِ احمدیہ کے رئیس التبلیغ کے اِس بیان کو قیاس آرائی پر محمول کرنا ایک بہت بڑی غلطی ہے۔ افریقہ کو حلقہ بگوشِ اسلام بنانے کے سلسلہ میں جماعتِ احمدیہ کی یہ تبلیغی مساعی کسی اتفاقی حادثہ کی حیثیت نہیں رکھتیں اور نہ انہیں کسی وقتی نہر یا عارضی لہر کی حیثیت حاصل ہے کہ انہیں حقارت سے نظر انداز کیا جاسکے۔ یہ تو وہ آسمانی تقدیر ہے جو ہر حال میں پوری ہو کر رہے گی۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام اسلام کے غالب آنے کی پہلے ہی خبر دے گئے ہیں۔ چنانچہ آپ نے آج سے ساٹھ ستر سال قبل دُنیا کو مخاطب کرتے ہوئے اعلان فرمایا تھا :-

(۱) "دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا"۔۔۔ یہ انسان کی بات نہیں خدا تعالیٰ کا الہام اور ربِّ جلیل کا کلام ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان حملوں کے دن نزدیک ہیں مگر یہ حملے تیغ و تبر سے نہیں ہونگے اور تلواروں اور بندوقوں کی حاجت نہیں پڑے گی بلکہ روحانی اسلحہ کے ساتھ خدا تعالیٰ کی مدد اُترے گی۔۔۔۔ اور سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اُسی تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھیگا

جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے۔" (فتح اسلام)

(۲) "چونکہ یہ عاجز راستی اور سچائی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اس لئے تم صداقت کے نشان ہر ایک طرف سے پاؤ گے۔ وہ وقت دور نہیں بلکہ بہت قریب ہے کہ جب تم فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اُترتی اور ایشیا اور یورپ اور امریکہ کے دلوں پر نازل ہوتے دیکھو گے .... اگر فرشتوں کا نزول نہ ہوا اور اُن کے اُترنے کی نمایاں تاثیریں تم نے دنیا میں نہ دیکھیں اور حق کی طرف دلوں کی جنبش کو معمول سے زیادہ نہ پایا تو تم یہ سمجھنا کہ آسمان سے کوئی نازل نہیں ہوا۔ لیکن اگر یہ سب باتیں ظہور میں آ گئیں تو تم انکار سے باز آؤ تا تم خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک سرکش قوم نہ ٹھہرو۔" (فتح اسلام)

(۳) "یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ زمانہ اب اسلام کی روحانی تلوار کا ہے جیسا کہ کسی وقت وہ اپنی طاقت دکھا چکا ہے۔ یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہوگا اور اسلام فتح پائے گا۔" (آئینہ کمالاتِ اسلام)

(۴) "اگر کسی نبی کی فضیلت اُس کے اُن کاموں سے ثابت ہو سکتی ہے جن سے بنی نوعِ انسان کی سچی ہمدردی سب نبیوں سے بڑھ کر ظاہر ہو تو اے سب لوگو! اُٹھو اور گواہی دو کہ اِس صفت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں ، .... اندھے مخلوق پرستوں نے اُس بزرگ رسول کو شناخت نہیں کیا جس نے ہزاروں نمونے سچی ہمدردی کے دکھلائے لیکن اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ وقت پہنچ گیا ہے کہ یہ پاک رسول شناخت کیا جائے۔ چاہو تو میری بات کو لکھ رکھو کہ اب کے بعد مُردہ پرستی روز بروز کم ہوگی یہاں تک کہ نابود ہو جائے گی۔ کیا انسان خدا کا مقابلہ کرے گا؟ کیا ناچیز قطرہ خدا کے ارادوں کو رد کر دے گا؟ کیا فانی آدم زاد کے منصوبے الٰہی حکموں کو ذلیل کر دیں گے؟ اے سننے والو سنو اور اے سوچنے والو سوچو! کہ حق ظاہر ہو گا اور وہ جو سچا نور ہے وہ چمکے گا۔"

(انجام آتھم)

یہ آسمانی بشارتیں جو آج سے ساٹھ ستر سال قبل دنیا کو خدا تعالیٰ کے ایک مامور کے ذریعے ملی تھیں آج ہماری آنکھوں کے سامنے پوری ہو رہی ہیں۔ اسلام یورپ، ایشیا، امریکہ، افریقہ الغرض ہر جگہ اور ہر طرف غالب آ رہا ہے۔ اور بالخصوص افریقہ میں تو اس کا غلبہ اس قدر نمایاں صورت اختیار کرتا جا رہا ہے کہ اس کی رفتارِ ترقی کو دیکھ کر دنیا والے ورطۂ حیرت میں پڑے ہوئے ہیں۔ غیر مذاہب والے اسلام کے درخشندہ مستقبل کو خواہ ایک خواب قرار دیں یا محض ایک خوش فہمی، زمانے کے حالات اس حقیقت کی بیانگِ دہل تائید کر رہے ہیں کہ :-

"قضائے آسمان است ایں بہرحالت شود پیدا"

بچوں کا صفحہ

سب سے اچھا سلوک کس سے کرنا چاہیئے؟

انسان کو ہر ایک کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا چاہیئے۔ امیر ہو یا غریب، بڑا ہو یا چھوٹا، ہر ایک اِس بات کا حق دار ہے کہ انسان اُس سے اچھی طرح پیش آئے، اُس کا ادب کرے اور اس سے نیک سلوک روا رکھے۔ جو دوسروں سے اچھی طرح پیش نہیں آتا وہ با اخلاق آدمی نہیں کہلا سکتا۔ سو گویا اچھے سلوک کے تو سب ہی حق دار ہیں۔ سوال یہ ہے کہ سب سے اچھا سلوک کِس سے کرنا چاہیئے؟ اِس کا جواب ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں بیان فرمایا ہے۔ وہ سُنیئے اور توجہ اور غور سے سُنیئے۔

ایک دفعہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس نے حضورؐ سے پوچھا یا رسول اللہ! میں سب سے اچھا سلوک کِس سے کروں؟ حضورؐ نے فرمایا اپنی والدہ سے۔ اُس نے پوچھا اِس کے بعد کس کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کروں؟ حضورؐ نے فرمایا اپنی والدہ سے۔ اُس شخص نے تیسری بار پھر یہی سوال کیا حضورؐ نے پھر یہی فرمایا کہ اپنی والدہ سے۔ جب اُس نے چوتھی بار پھر سوال کیا کہ حضورؐ! والدہ کے بعد میں سب سے اچھا سلوک کس سے کروں؟ تو حضورؐ نے فرمایا اپنے والد کے ساتھ۔

اِس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضورؐ نے والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنے اور اُن کی خدمت بجا لانے کی کس قدر تاکید فرمائی ہے۔ اِس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ماں باپ کا ادب، اُن کی اطاعت اور خدمت آپ کے لئے بیحد ضروری ہے۔ اِس کے بغیر آپ خدا اور رسولؐ کے فرمانبردار نہیں کہلا سکتے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ خدا آپ سے خوش ہو اور اُس کا رسولؐ آپ سے راضی ہو تو آپکو چاہیئے کہ آپ ماں باپ کی پوری پوری اطاعت اور فرمانبرداری کریں اور اُن کی خدمت بجا لانے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھیں۔

اللہ تعالیٰ آپ سب بچوں کو رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس ارشاد پر صحیح معنوں میں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ ماں باپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا ایسا اعلیٰ نمونہ قائم کرنے والے ہوں کہ جو دُنیا کے دوسرے بچوں کے لئے رہنمائی کا موجب ہو اور وہ بھی اِس بارے میں آپ کی تقلید کر کے یہ سعادت پائیں۔ آمین ؛

یہ میرا خُدا ہے یہ میرا خُدا ہے

بچوں کو چھوٹی چھوٹی نظمیں بہت اچھی لگتی ہیں۔ وہ انہیں اکثر زبانی یاد کر لیتے ہیں اور فارغ وقت میں انہیں پڑھ پڑھ کر اپنا دل خوش کرتے ہیں۔ اور جب اپنی سُریلی اور میٹھی آوازیں اپنے والدین یا دوسرے بزرگوں کو سُناتے ہیں تو وہ خوش ہو کر انہیں شاباش دیتے ہیں۔ ہم آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی ایک نہایت پیاری نظم سُناتے ہیں جو حضور نے آپ بچّوں کے لئے لکھی ہے۔ مزہ تب ہے کہ آپ اِسے زبانی یاد کر کے دکھائیں۔ جب آپ یہ نظم یاد کر کے اپنے بڑوں کو سُنائیں گے تو وہ آپ کو بہت بہت شاباش دیں گے۔ دیکھیں آپ میں سے کون شاباش کا حقدار بنتا ہے:-

مری رات دن بس یہی اِک دُعا ہے
کہ اِس عالَمِ کون کا اِک خدا ہے
اُسی نے ہے پیدا کیا سب جہاں کو
ستاروں کو سورج کو اور آسماں کو
وہ ہے ایک اُس کا نہیں کوئی ہمسر
وہ مالک ہے سب کا وہ حاکم ہے سب پر
ہر اِک شے کو روزی وہ دیتا ہے ہر دم
خزانے کبھی اس کے ہوتے نہیں کم
وہ زندہ ہے اور زندگی بخشتا ہے
وہ قائم ہے ہر ایک کا آسرا ہے

کوئی شے نظر سے نہیں اُس کے مخفی
بڑی سے بڑی ہو کہ چھوٹی سے چھوٹی
دلوں کی چھپی بات بھی جانتا ہے
بُروں اور نیکوں کو پہچانتا ہے
وہ دیتا ہے بندوں کو اپنے ہدایت
دکھاتا ہے ہاتھوں پہ اُن کے کرامت
ہے فریاد مظلوم کی سننے والا
صداقت کا کرتا ہے وہ بول بالا
گناہوں کو بخشش سے ہے ڈھانپ دیتا
غریبوں کو رحمت سے ہے تھام لیتا

یہی رات دن اب تو میری صدا ہے!
یہ میرا خدا ہے یہ میرا خُدا ہے!

پانچ اہم امور

انصار اللہ کے شعبۂ تربیت کا پروگرام

زعماء کرام، نائب زعماء تربیت و اراکین احباب! امسالِ رواں کا پروگرام شعبۂ تربیت حسب ذیل پانچ امور پر مشتمل ہے:۔

اوّل ۔ نماز باجماعت

یہ وہ فریضہ ہے جس کے بغیر مومن کی زندگی کوئی زندگی نہیں اور جس کی پابندی کے ساتھ روحانی برکات وابستہ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اسلام کا بنیادی مسئلہ ہے اور جماعتی نظام کی بنیاد رکھی۔ لہذا مساجد کی تعمیر اور ان کو آباد کرنے کی طرف اوّلین توجہ انصار اللہ کا فرضِ عین ہے۔

دوم ۔ ظاہری شعارِ اسلام کی پابندی

اللہ تعالیٰ کا فرمان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ہمیں پابند کرتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی پابندی اختیار کریں۔ حضورؐ داڑھی رکھتے تھے اور حضورؐ کی اتباع میں صحابہؓ نے داڑھیاں رکھیں۔ اب اسلام کی نشأۃ ثانیہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے داڑھی رکھی اور حضرت مصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کا نمونہ ہمارے سامنے ہے انصار اللہ پر لازم آتا ہے کہ اس اسوۂ حسنہ کی پابندی کا نمونہ پیش کر کے اللہ تعالیٰ سے اجر کے مستحق بنیں۔

سوم ۔ تمباکو نوشی و خوری سے اجتناب

تمباکو کا استعمال ایسا قبیح فعل ہے جو ایک احمدی کی شان کے منافی ہے۔ کیا کوئی تصور کر سکتا ہے کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تمباکو ہوتا تو حضورؐ اس کو استعمال میں لاتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح الموعود ایدہ اللہ کا اسوہ ہمارے سامنے ہے۔ پھر کون نہیں جانتا کہ تمباکو منشیات میں سے ہے اور طبی لحاظ سے اس کو نقصان رساں تسلیم کیا گیا ہے اور کمال یہ ہے کہ اس کا فائدہ کوئی بھی نہیں۔ ظاہر ہے کہ جو چیز جسم پر زہریلا اثر کرتی ہے وہ روح پر کیوں بداثر نہ کرے گی۔ اسکے علاوہ فی زمانہ یہ اقتصادی طور پر سخت نقصان دہ ہے اور محض فضول خرچی۔ بعض خال خال انصار اللہ احباب جو اسکے عادی ہیں وہ غور تو کریں کیا یہ انکے شایان شان ہے؟

چہارم ۔ اسلامی اخلاق

احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو اختیار کر کے ہم پہ لازم آتا ہے کہ اپنے تمام اعمال کو صحیح اسلامی رنگ میں اور اپنے اندر وہ اخلاق

پیدا کریں جنکی ہمیں تعلیم دی گئی ہے۔ منجملہ ان کے راست گفتاری ہماری زندگی کا معمول ہونا چاہیئے بلکہ ہمارا قومی امتیازی کردار۔ سچ بولنے کی عادت اتنی راسخ ہونی چاہیئے کہ جب سچی شہادت دینے کا کوئی امتحان پیش آئے تو اسکی ادائیگی میں ہمیں ذرہ بھر ہچکچاہٹ محسوس نہ ہو۔ ایسی مثالیں تاریخ احمدیت میں موجود ہیں کہ نہایت نازک حالات میں احمدی احباب نے اپنے قریب ترین رشتہ داروں کے خلاف سچی شہادت دی اور کڑی آزمائش میں ثابت قدم نکلے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

حمایتِ مظلوم ایک اور اسلامی خُلق ہے جس کا اختیار کرنا حقوق العباد کے سلسلہ میں انصار اللہ کے لئے بہت ضروری ہے۔ ایسا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں کھونا چاہیئے جس میں آپ مظلوم کی امداد کر سکتے ہوں۔

ایک اور ضروری وقابلِ توجہ امر لغو باتوں سے اجتناب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان وھم عن اللّغو معرضون آپ احباب کو ہمیشہ مدّنظر رکھنا چاہیئے اور اپنے قیمتی اوقات کو لغویات کی نذر کرنے کی بجائے انہیں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت یا امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں صرف کرنا چاہیئے اور چلتے پھرتے ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنے کی عادت ڈالنی چاہیئے تا زندگی کے سارے اوقات عبادت میں شمار ہوں اور خاتمہ بالخیر نصیب ہو۔

پنجم۔ ملکی وجماعتی نظام کی پابندی اطاعت کی روح۔ تخریبی وناجائز نکتہ چینی سے احتراز

یہ وہ امور ہیں جو ہماری جماعتی تنظیم کی جان ہیں۔ جس کے لئے خلافت سے وابستگی بنیادی چیز ہے۔ انصار احباب آپ کے اوقات کو زیادہ سے زیادہ اخلاص، ایثار اور اعلیٰ نمونہ سے سرفراز ہونا چاہیئے اور نیکی کے ہر ایک کام میں پیش پیش رہکر آپ کو اپنے مقام کا وقار قائم رکھنا چاہیئے۔

بالآخر قیادت تربیت کی طرف سے استدعا ہے کہ آپ احباب وقت کو پہچانیں، اپنی عمر کے درجے کا خیال کریں، اپنے اعمال کا جائزہ لیں، اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں۔ حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کا زمانہ مبارک ہے اسکی برکات سے مستفید ہونے اور اپنے لواحقین کو ان سے مستفید کرنے اور اپنے انجام بخیر کے لئے نیز اپنے پیچھے قابلِ قدر روایات چھوڑنے کے لئے فوری اصلاح کے مدّنظر ٹھوس اقدام کریں اور سوچیں کہ اگر ہماری اصلاح اب المصلح الموعود ایدہ اللہ کے زمانہ میں نہ ہوگی تو کب ہوگی؟ ——— یاد رہے اسلامی اصطلاح میں اصلاحِ نفس جہاد اکبر کے نام سے موسوم ہوتی ہے۔ آپ اس جہاد میں آزمودہ کار سپاہی بن کر خدام و اطفال کی تربیت فرمائیں۔

اب میں ان معروضات کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس عربی شعر پر ختم کرتا ہوں ؎

وآخر نصحی توبۃ ثمّ توبۃ ٭ وموت الفتی خیرٌ لہٗ من مناکر

(اور میری آخری نصیحت یہ ہے کہ توبہ کرو، توبہ کرو کہ ایک نوجوان آدمی کا مر جانا اس کی اپنی ذات کے لئے منکرات ومعاصی کے ارتکاب سے بہتر ہے)

جلال الدین شمسؔ۔ قائد تربیت انصار اللہ مرکزیہ

واقعی اور قطعی طور پر کون اس جماعت میں داخل سمجھا جائے گا؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

,, واقعی اور قطعی طور پر وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جائے گا کہ اپنے عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا - بہ ظاہر ہے کہ تم دو چیز سے محبت نہیں کر سکتے اور تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی ، صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو - پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی کیونکہ مال خود بخود نہیں اتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے - پس جو شخص خدا کے لئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا لیکن جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجا لانی چاہئیے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا ،،

(ضمیمہ ریویو آف ریلیجنز ستمبر ۱۹۰۳ء)

ٹائٹل نصرت آرٹ پریس گولبازار ربوہ میں چھپا -